چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمّت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

المسیح الموعود

قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی

بیاد سیّدنا نور الدین

خلیفۃ المسیح الاوّل

نوّر اللہ مرقدہ

ماہنامہ خالد ربوہ

مدیر
منیر احمد جاوید

اکتوبر سنہ ۱۹۸۴ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَاسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

اخاء ۱۳۶۳ ہش — اکتوبر ۱۹۸۴ء

ماہنامہ خالد ربوہ

خلیفۃ المسیح الاوّل نمبر

مدیر:- منیر احمد جاوید

نائب مدیر:- عبد السمیع خاں

معاونین:- محمود احمد شاد - محمد عثمان - مشہود احمد

جلد ۳۱ — شمارہ ۷

سالانہ چندہ : ۲۵ روپے
ماہانہ ″ : ۲ روپے ۵۰ پیسے
ممالکِ بیرون : ۱۵۰ روپے

اس شمارے میں

پبلشر:- مبارک احمد خالد — پرنٹر:- سید عبد الحی — مطبع: ضیاء الاسلام - ربوہ

مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ — رجسٹرڈ نمبر ایل: ۵۸۳۰

کتابت:- حمید الدین ناصر آباد - ربوہ

اداریہ

شکل وصورت وجیہہ، رنگ گندمی، قد لمبا، داڑھی گھنی اور مہندی سے رنگی ہوئی، ہونٹ اور ناک نہایت نمایاں، چہرے پر ہر وقت نورانی تبسم ——— یہ دلکش اور پُر رعب سراپا سیّدنا نورالدین کا ہے۔ آپ کی طبیعت میں غیرتِ دینی، محبتِ رسولؐ، راست گوئی، خودداری، جرأت اور شجاعت کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ توکّل علی اللہ اور حُسنِ تبلیغ کا مجسمہ تھے آپ کی کشادہ دلی، عِلم دوستی، ملنساری اور شگفتہ مزاجی دلوں کو مُوہ لینے کی طاقت رکھتی تھی۔ آپ کی پاک فطرت تصنّع، تکلّفات، فریب دہی، خوشامد، جاہ طلبی اور خود پسندی سے کوسوں دُور تھی۔ نہایت بلند پایہ عالم بلکہ علّامہ دَہر اور محدّثِ زماں تھے علم ومعرفت کے بحرِ بیکراں اور ولایت وکرامت کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ آپ کی وعظ وتلقین کا رنگ بہت دلرُبا اور مؤثر تھا ہر بات میں درد اور جذب ہوتا مجلس کا رنگ ایسا نرالا کہ انسان کی رُوح وجد میں آجاتی۔ دُعا پر بے حد یقین تھا فرماتے تھے کہ ہر مرض کی دوا اور ہر مشکل کی مشکل کشا یہی دُعا ہے۔ شفقت علیٰ خلق اللہ کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ طبیبِ حاذق کی حیثیت سے مخلوقِ خدا پر بہت احسانات کئے اور بلحاظ ہمدردئ خلائق انسانیت کے لئے سرمایۂ افتخار تھے لیکن سادگی کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے پر کوئی اجنبی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی نورالدین ہے جس کا ایک عالم میں شُہرہ ہے۔ الغرض حضور کی فطرت اوائل سے ہی ایک انوکھا اور نرالا ڈھنگ رکھتی تھی اور یُوں معلوم ہوتا تھا کہ قدرت نے آپ کا وجود خاص اغراض اور بلند مقاصد کے تابع بنایا تھا۔

حضور کی سیرت کا سب سے بے مثال پہلو آپ کا توکّل علی اللہ ہے جو آپ کی زندگی کے ہر شعبہ میں پوری شان کے ساتھ جلوہ گر نظر آتا ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میری آمدنی کا راز خدا نے مجھے کسی کو بتانے کی اجازت نہیں دی۔ عشقِ قرآن میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ مجھے بہشت اور حشر میں نعمتیں دے تو مَیں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں گا۔ آپ کے درس القرآن کی کیفیت یہ ہوتی کہ گویا ایک عاشقِ صادق اپنے معشوق کو سامنے رکھ کر اس کے حُسن و جمال اور دلکش خدوخال کا نقشہ کھینچ رہا ہے۔

سیّدنا حضرت اقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پایاں عشق رکھتے تھے اور آپ کا کوئی قول، کوئی فعل، کوئی حرکت اور کوئی سکون ایسا نہ تھا جو نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ کے خلاف ہو۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود کی محبّت اور اطاعت آپ پر ختم تھی۔ وطنِ مالوف بھیرہ کو چھوڑا اور درِ حبیب پر دھونی رُما کر بیٹھ گئے۔ ایک دفعہ یہ پیغام ملنے پر کہ حضور یاد فرماتے ہیں فوراً اُٹھ کر چل دیئے اور حال یہ تھا کہ پگڑی گھسٹتی جاتی تھی اور آپ اُسے لپیٹتے جاتے تھے۔ فرماتے اگر کوئی شخص مجھے ہزار روپیہ روزانہ دے تب بھی مَیں حضرت صاحب کی صحبت چھوڑ کر قادیان سے باہر جانے کے لئے تیار نہیں۔ اِسی طرح ایک دفعہ فرمایا کہ اگر میری لڑکی ہو اور مرزا صاحب اُسے سَو برس کے بُڈھے سے بیاہنا چاہیں تو مجھے ہرگز عذر نہ ہو۔ آپ کے اِسی خلوص کی قبولیّت تھی کہ بعد میں آپ کی ایک بیٹی سیّدہ

امۃ الحیؓ مسیحِ دوراں کے فرزند مصلح موعود کے عقد میں آئیں۔

اے نورالدین! تیرے پر ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں کہ تُو نے اوّلین کی یاد تازہ کر دی۔ تُو نے اپنے عہدِ وفا کو خوب نبھایا اور اللہ نے تجھے تیری انہی صفاتِ محمودہ کی بدولت اپنے مسیح کی خلافت کے منصب کے لئے چُن لیا اور صد آفریں کہ تُو نے خلافت کا حق ادا کر دیا اور اس منصب کو ایسی مضبوطی اور استحکام بخشا کہ قیامت تک آنے والی نسلوں کی دعائیں تیرے اِس کارنامہ پر تجھے حاصل ہوتی رہیں گی۔ تیری شان تو صرف تیرا امام ہی بیان کر سکتا ہے جس نے فرمایا ؎

چہ خوش بُودے اگر ہر یک زامّت نورِ دیں بُودے
ہمیں بُودے اگر ہر دِل پُر از نورِ یقیں بُودے

یعنی کیا ہی اچھا ہو اگر قوم کا ہر فرد نورالدین بن جائے مگر یہ تو تب ہی ہو سکتا ہے کہ ہر دل یقین کے نُور سے بھر جائے۔

جب سے اَے یار تجھے یار بنایا ہم نے
ہر نئے روز نیا نام رکھایا ہم نے
کیوں کوئی خلق کے طعنوں کی ہمیں دے دھمکی
یہ تو سب نقش دِل اپنے سے مٹایا ہم نے

(دُرِّ ثمین)

قطعات

سیلِ طاغوت کا تو تاؤ دیکھ
سو چھید پُر حوصلہ یہ ناؤ دیکھ
اب بھی آقا ترس نہیں آتا
کتنا گہرا ہے دِل کا گھاؤ دیکھ

وقفِ حبیب ہی گو ہے سرمایۂ حیات
عہدِ وفا کے پھر بھی تقاضے بڑھے ہوئے
رنگین کر دے نازؔ تُو پھر داستانِ عشق
مدّت ہوئی منصُور کو سُولی چڑھے ہوئے

(جناب مرزا محمد الدین نازؔ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل

(جنابِ چوہدری شبیر احمد ربوہ)

نورِ دیں پیکرِ صدق و صفا
حق شناس و حق نواز و حق پرست و حق نما

اَرفع و اعلیٰ وہ رکھتا تھا توکّل کا مقام
وقف رکھا مال و جاں کو بہرِ دینِ

چھوڑ کر گھر بار سارا چُن لیا دارِ مسیح
ایک لمحہ کے لئے چھوڑی نہ پھر راہِ وفا

اہلِ دانش بحرِ حکمت واقفِ دَیر و حَرم
خدمتِ قرآن و مِلّت زندگی کا مدّعا

کشتۂ عشق و وفا مہدی کا منظورِ نظر
اللہ اللہ نورِ دیں تھا کتنا عالی مرتبہ

تھا وہ اِک شمعِ فروزاں بہرِ طُلّابِ ضیاء
بہرِ بیماراں عطا اس کو ہوُا دستِ شفا

چھ برس ظلِّ مسیحا بن کے وہ سایہ فگن
ہر کہ و مہ پر رہا شبّیر وہ ظلِّ ہُما

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا مقام

جنابِ صفدر حسین عباسی مربیٔ سلسلہ احمدیہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی:

اَللّٰھُمَّ اَذَقْتَ اَوَّلَ قُرَیْشٍ نَکَالًا فَاَذِقْ اٰخِرَھُمْ نَوَالًا۔ (ترمذی)

اے اللہ! تُو نے قریش کے پہلے حصّے کو (تو) عذاب کا مورد بنایا تھا (اب) اس کے دوسرے حصّے کو شرف و بزرگی سے نوازنا۔

یہ دُعا جس شان سے پوری ہوئی اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا وجود شاہد ناطق ہے۔ آپ قریشی الاصل، فاروقی النسب تھے۔ آپ کا یہ مقام اِس دعا کا ایک شیریں ثمر ہے اور اس کے پس منظر میں ایک داستانِ عشق جگمگا رہی ہے۔ ایک ایسی داستان جس سے اس فانی فی اللہ وجود کی عظمت و بزرگی کا اظہار ہوتا ہے۔

امرِ واقعہ یہ ہے کہ ایسے عظیم انسانوں کی عظمت و بزرگی کو کوئی نہیں پہنچ سکتا جن کی فضیلت کے معترف خدا تعالیٰ کے فرستادہ نبی ہوں ایسے وجودوں کے اُسوۂ حسنہ کی مشعل ضلالت و گمراہی کے طوفانوں میں بھی قائم و دائم اور چمکتی دمکتی رہتی ہے۔ چنانچہ اس مشعل سے نکلنے والی صفاتِ الٰہیہ کی مظہر شعاعیں اعمالِ سیئہ کی ظلمتوں میں سرگرداں انسانوں کی رہنمائی کرتیں اور انہیں صراطِ مستقیم پر قدم مارنے کی ہمت و طاقت عطا کرتی ہیں اور خدائے عزّ و جلّ کا ہاتھ ان بزرگ ہستیوں کے ذریعہ انسانیت کی رستگاری کا موجب بنتا ہے — اور یہی وہ مقام تھا جس نے نورالدین کو پر فائز کر دیا اور اِس بات سے بڑھ کر آپ کی عظمت کا نشان اور کیا ہوگا کہ خود آقا اپنے ایسے خادم کی تعریف میں یوں نغمہ سرا ہوئے ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمّت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

● اِس مضمون میں مسیحِ پاک کے الفاظ میں خلیفۃ المسیح الاوّل

کے رُوحانی سراپا کو پیش کیا گیا ہے۔حضور کا قلم سیرتِ نورالدین کا ایک حسین مرقع ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ اِن سے بہتر الفاظ میں بہت ہی کم آقاؤں نے اپنے غلاموں کو یاد کیا ہوگا۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں :۔

"جب سے مَیں خدائے تعالیٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں اور حیّ و قیوم کی طرف سے زندہ کیا گیا ہوں دین کے چیدہ مددگاروں کی طرف شوق کرتا رہا ہوں اور وہ شوق اس شوق سے بڑھ کر ہے جو ایک پیاسے کو پانی کی طرف ہوتا ہے اور مَیں رات دن خدائے تعالیٰ کے حضور چلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے میرے ربّ میرا کون ناصر و مددگار ہے۔ مَیں تنہاء اور ذلیل ہوں۔ پس جبکہ دعا کا ہاتھ پے درپے اُٹھا اور آسمان کی فضا میری دعاؤں سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دعا کو قبول کیا اور ربّ العالمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے اور میرے ان مخلص دوستوں کا خلاصہ ہے جو دین کے بارہ میں میرے دوست ہیں۔ اس کا نام اس کے نورانی صفات کی طرح "نورالدین" ہے۔"

● پھر آپ فرماتے ہیں :۔

"وہ جب میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میری نظر اس پر پڑی تو مَیں نے اس کو دیکھا کہ وہ میرے رب کی آیات میں سے ایک آیت ہے اور مجھے یقین ہوگیا کہ میری اسی دُعا کا نتیجہ ہے جس پر مَیں مداومت کرتا تھا اور میری فراست نے مجھ کو بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے۔"

● پھر فرمایا :۔

"....مجھ کو اس کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی جدا شدہ عضو مل گیا . . . . .

. . . .

. . . . . .

. . . . .

. . . . .

. . . . اور مجھ کو کسی شخص کے مال نے اس قدر نفع نہیں پہنچایا جس قدر کہ اس کے مال نے جو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دیا اور کئی سال سے دیتا ہے۔ وہ علم و فضل اور نیکی و سخاوت میں اپنے ہم چشموں پر فوقیت لے گیا اور باوجود اس کے اس کا حِلم کوہِ رضوی سے زیادہ مضبوط ہے۔ اس نے تمام چیدہ مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا ہے اور اپنی تمام خوشی خدائے تعالیٰ کے کلام میں رکھی ہے۔"

● پھر آپ کے اِخلاص اور زُہد و اِتقاء کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"میرے سب دوست متّقی ہیں لیکن ان سب سے قوی بصیرت اور کثیر العلم اور زیادہ تر نرم اور حلیم اور اکمل الایمان و . . . اور سخت محبّت اور معرفت اور خشیت اور یقین اور ثبات والا ایک مبارک شخص

بزرگ، متقی، عالم، صالح، فقیر اور جلیل القدر محدّث اور عظیم الشّان حاذق حکیم، حاجی الحرمین، حافظ القرآن قوم کا قریشی، نسب کا فاروقی ہے ....

.... اللہ تعالیٰ اس کو دین و دُنیا میں بڑا اجر دے اور صدق و صفا اور اخلاص اور محبّت اور وفاداری میں میرے سب مریدوں سے وہ اوّل نمبر پر ہے۔ اور غیر اللہ سے انقطاع میں اور ایثار اور خدماتِ دین میں وہ عجیب شخص ہے۔" (پھر فرمایا)... مولوی حکیم نورالدین صاحب ..... تمام دُنیا کو پامال کر کے میرے پاس ان فقراء کے رنگ میں آبیٹھے ہیں . . . .

● پھر ان کی خدمات کے اعتراف کا یہ رنگ کیا ہی پیارا ہے۔ فرماتے ہیں :-

"خدائے تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی رُوحیں مجھے عطا کی ہیں۔ سب سے پہلے مَیں اپنے ایک رُوحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نورِ اخلاص کی طرح نور دین ہے۔ مَیں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مالِ حلال کے خرچ سے اعلائے کلمۂ . . . کے لئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں۔ ان کے دل میں جو تائیدِ دین کے لئے جوش بھرا ہے اس کے تصوّر سے قدرتِ الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ وہ اپنے تمام مال اور تمام زور اور تمام اسبابِ مقدرت کے ساتھ جو اُن کو میسّر ہیں ہر وقت اللہ رسول کی اطاعت کے لئے مستعد کھڑے ہیں اور مَیں تجربہ سے نہ صرف حُسنِ ظن سے یہ علمِ صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزّت تک دریغ نہیں۔"

● اور فرمایا :-

"مَیں نے دیکھا ہے کہ سخاوت اُس کی شرع ہے اور علم اُس کا مطلوب ہے اور حلم اُس کی سیرت ہے اور توکّل اُس کی غذا۔ اور مَیں نے اُس کی مانند جہان میں کوئی عالم نہیں دیکھا اور منعمین میں ہو کر اُس کی مانند مخلوق میں فقیر نہیں اور نہ خدائے تعالیٰ کی راہ میں اُس کی مانند کوئی خرچ کرنے والا دیکھا ...... اور اس کے کمال کے نشانوں میں سے یہ ہے کہ جب اُس نے . . . کو مجروح دیکھا

شُکرِ نعمت

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں :-

"میرے بہت سے لڑکے مَرے۔ جب کوئی لڑکا مرتا تو مَیں یہی سمجھتا کہ اس میں کوئی نقص ہوگا۔ خدائے تعالیٰ اس سے بہتر بدلہ دے گا۔ خدا تعالیٰ کی نعمتوں سے مایوس ہونا تو کافروں کا کام ہے۔ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی جب قدر نہیں کی جاتی تو وہ نعمتیں چھین جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جاتی ہی نہیں مگر ناشکری سے۔ جب نعمت چلی جائے تو آدمی مایوس نہ ہو۔"

(مرقاۃ الیقین ص ۱۸۴)

اور اُس کو ایک مسافرِ سرگرداں کی طرح یا اُس درخت کی طرح پایا جو اپنی جگہ سے ہلایا جائے تو اس نے غم کو اپنا شعار بنا لیا اور مارے غم کے اس کا عیش مکدر ہو گیا اور وہ مضطر کی طرح دین کی مدد کو کھڑا ہو گیا اور ایسی کتابیں تصنیف کیں جو دقائق اور معارف سے بھری ہوئی ہیں اور جس کی نظیر پہلے لوگوں کی کتابوں میں نہیں پائی جاتی۔ ان کی عبارتیں باوجود مختصر ہونے کے فصاحت سے بھری ہوئی ہیں اور ان کے الفاظ نہایت دلربا، خوبصورت اور عمدہ ہیں جو کہ دیکھنے والوں کو شرابِ طہور پلاتی ہیں اور اس کی کتابوں کی مثال اس ریشم کی ہے جو مُشک کے ساتھ آلودہ کیا جائے پھر اس میں موتی اور یاقوت اور بہت سی کستوری ملائی جائے پھر اس میں عنبر ملا کر معجون کی طرح بنا دیا جائے ..... وہ نخبۃ المتکلمین ہے اور زبدۃ المؤلفین لوگ اس کے زُلال سے پیتے ہیں اور اُس کی گفتگو کی شیشیاں شرابِ طہور کی طرح خریدتے ہیں اور ابرار اور اخیار اور مومنین کا فخر ہے۔ اس کے دل میں لطائف اور دقائق اور معارف اور حقائق کے انوارِ ساطعہ ہیں۔ جب وہ اپنے پاک وصاف کلمات اور اچھوتے فی البدیہہ عجیب و غریب ملفوظات کے ساتھ کلام کرتا ہے تو گویا دلوں اور رُوحوں کو لطیف راگوں اور داؤدی مزامیر کے ساتھ فریفتہ کرتا ہے اور کُھلے کُھلے معجزوں کے ساتھ لوگوں کو گھٹنوں کے بل بٹھا لیتا ہے۔ جب کلام کرتا ہے تو ایسی حکمتیں مُنہ سے نکالتا ہے کہ گویا وہ پانی ہے جو پے در پے ٹپک رہا ہے اور سامعین کے مونہوں کی طرف جا رہا ہے اور میں نے اپنے فکر کے گھوڑے کو اس کے کمال کی طرف چلایا تو میں نے اُس کو اس کے علوم اور اعمال اور نیکی اور صدقات میں یکتائے زمانہ پایا۔ وہ نہایت زکی الذہن، حدید الفواد، فصیح اللسان نخبۃ الابرار اور زبدۃ الاخیار ہے۔ اس کو سخاوت اور مال عطا کیا گیا ہے۔ امیدیں اس کے ساتھ وابستہ کی گئی ہیں۔ پس وہ خدامِ دین کا سردار ہے اور میں اُس پر رشک کرنے والوں میں سے ہوں ..... اس کا دِل سلیم ہے اور خلقِ عظیم اور کرم ابرِ کثیر کی طرح ہے۔ اس کی صحبت بدحالوں کے دِلوں کو سنوارتی ہے اور اس کا حملہ دین کے دشمنوں پر شیرِ ببر کے حملہ کی طرح ہے۔ کفّار پر اس نے پتھر برسائے ہیں۔ آریوں کے مسائل کو اس نے کھودا اور نقب لگا کر ان بیوقوفوں کی زمین میں اُترا اور ان کا تعاقب کیا اور اُن کی زمین کو تہ و بالا کر دیا اور اپنی کتابوں کو مکذّبین کے رسوا کرنے کے لئے نیزوں کی طرح سیدھا کیا۔"

● یہ فضیلت اور قدر و منزلت بھی کسے حاصل ہوئی ہو گی کہ جری اللہ فی حلل الانبیاء اس عظیم انسان کے علمی مرتبہ کو کیا ہی خوبصورت الفاظ میں بیان کرتا ہے اور اپنی زیست کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ:-

"مجھے میری زیست کی قسم ہے کہ وہ بڑے میدانوں کا مرد ہے اس کے لئے کسی کا یہ قول صادق آتا ہے لِکُلِّ عِلْمٍ رِجَالٌ وَلِکُلِّ مَیْدَانٍ اَبْطَالٌ اور نیز یہ بھی صادق آتا ہے اِنَّ فِی الزَّوَایَا خَبَایَا وَفِی الرِّجَالِ بَقَایَا۔ خدائے تعالیٰ اس کو عافیت دے اور اس کو محفوظ رکھے اور اس کی عمر کو اپنی رضامندی

اور اطاعت میں لمبا کرے اور اس کو مقبولین میں سے بنائے مَیں دیکھتا ہوں کہ اُس کے لبوں پر حکمت بہتی ہے اور آسمان کے نور اس کے پاس نازل ہوتے ہیں اور مَیں دیکھتا ہوں کہ مہمانوں کی طرح اس پر نزولِ انوار متواتر ہو رہا ہے۔ جب کبھی وہ کتاب اللہ کی تاویل کی طرف توجہ کرتا ہے تو اسرار کے منبع کھولتا ہے اور لطائف کے چشمے بہاتا ہے اور عجیب و غریب معارف ظاہر کرتا ہے جو پردوں کے نیچے ہوتے ہیں دقائق کے ذرّات کی تدقیق کرتا ہے اور حقائق کی جڑوں تک پہنچ کر کھلا کھلا نور لاتا ہے۔ عقلمند اُس کی تقریر کے وقت اس کے کلام کے اعجاز اور عجیب تاثیر کی وجہ سے تسلیم کے ساتھ اُس کی طرف اپنی گردنوں کو لمبا کرتے ہیں۔ حق کو سونے کی ڈلی کی طرح دکھاتا ہے اور مخالفین کے اعتراضات کو جڑھ سے اکھیڑ دیتا ہے۔"

● پھر آپ نے اپنی شہرہ آفاق عربی تصنیف حمامۃ البشریٰ میں تحریر فرمایا کہ:-

"وہ شخص رقیق القلب صاف طبع حلیم، کریم اور جامع الخیرات بدن کے تعہد اور اس کی لذّات سے بہت دُور ہے۔ بھلائی اور نیکی کا موقع اس کے ہاتھ سے کبھی فوت نہیں ہوتا اور وہ چاہتا ہے کہ دین کے اعلاء اور تائید میں پانی کی طرح اپنا خون بہادے اور اپنی جان کو بھی خاتم النبیین کی راہ میں صرف کرے۔ وہ ہر ایک بھلائی کے پیچھے چلتا ہے اور مُفسدوں کی بیخ کنی کے واسطے ہر ایک سمندر میں غوطہ زن ہوتا

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:-

"مَیں نے کسی روایت کے ذریعہ سُنا تھا کہ جب بیت اللہ نظر آئے تو اُس وقت کوئی ایک دُعا مانگ لو وہ ضرور ہی قبول ہو جاتی ہے۔ مَیں علوم کا اُس وقت ماہر تو تھا ہی نہیں جو ضعیف و قوی روایتوں میں امتیاز کرتا مَیں نے یہ دُعا مانگی کہ الٰہی! مَیں تو ہر وقت محتاج ہوں اب مَیں کون سی دُعا مانگوں پس مَیں یہی دُعا مانگتا ہوں کہ مَیں جب ضرورت کے وقت تجھ سے دُعا مانگوں تو اس کو قبول کر لیا کر۔" روایت کا حال تو محدّثین نے کچھ ایسا ویسا ہی لکھا ہے مگر میرا تجربہ ہے کہ میری تو یہ دُعا قبول ہی ہو گئی۔ بڑے بڑے نیچریوں، فلاسفروں، دہریوں سے مباحثہ کا اتفاق ہوا اور ہمیشہ دُعا کے ذریعہ مجھ کو کامیابی حاصل ہوئی اور ایمان میں بڑی ترقی ہوتی گئی۔" (مرقاۃ الیقین صہ ۹۳)

ہے مَیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے ایسا اعلیٰ درجہ کا صدیق دیا جو راستباز اور جلیل القدر فاضل ہے اور باریک بین اور نکتہ رس ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے مجاہدہ کرنے والا اور کمال اخلاص سے اس کے لئے ایسی اعلیٰ درجہ کی محبت رکھنے والا ہے کہ کوئی محب اس سے سبقت نہیں لے گیا۔"

● پھر فرماتے ہیں:-

"انہوں نے ایسے وقت میں بِلا تردّد مجھے قبول

کیا جب ہر طرف سے تکفیر کی صدائیں بلند ہونے کو تھیں۔ بہتیروں نے باوجود بیعت کے عہدِ بیعت فسخ کر دیا تھا اور بہتیرے سست اور متذبذب ہو گئے تھے تب سب سے پہلے مولوی صاحب ممدوح کا ہی خط اِس عاجز کے اس دعویٰ کی تصدیق میں کہ میں ہی مسیح موعود ہوں قادیاں میں میرے پاس پہنچا جس میں یہ فقرات درج تھے

اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشَّاھِدِیْنَ"

● آخر میں میں حضرت مسیح موعود کی اپنے خادم "نور الدین" سے بے پایاں محبت و پیار کے اظہار پر مشتمل یہ روایت بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں جسے ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے نے حضرت میر محمد اسحٰق صاحب سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ حضرت مسیح موعود کے آخری سالوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سخت بیمار ہو گئے۔ ان دنوں آپ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب والے مکان میں رہتے تھے۔ بیماری جب زیادہ بڑھ گئی تو حضرت مسیح موعود کو بہت فکر پیدا ہوا۔ ڈاکٹروں کے علاج کے علاوہ خود حضرت صاحب بھی حضرت مولوی صاحب کا علاج فرماتے تھے اور مجھے فرمایا ہوا تھا کہ میاں اسحٰق! جب میں مولوی صاحب کو دیکھنے جاؤں تو تم میرے ساتھ جایا کرو تا کہ اگر میں کوئی دوائی مولوی صاحب کے لئے تجویز کروں تو تم وہ دوائی اُن کو کھلا آیا کرو۔

ایک دن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل بہت ہی سخت بیمار ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود حسبِ معمول حضرت مولوی صاحب کو دیکھنے تشریف لے گئے میں بھی ساتھ تھا حضرت مولوی صاحب کی حالت کو دیکھ کر آپ بھی اور دوسرے احباب اور ڈاکٹر صاحبان وغیرہ بھی بہت فکرمند تھے۔ حضرت مسیح موعود اُس کمرے سے نکل کر جس میں حضرت مولوی صاحب تھے باہر صحن میں آ گئے اور فکرمندی کے عالم میں ہی آپ نے ٹہلنا شروع کر دیا میں بھی ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ چونکہ صحن میں دُھوپ تھی اسلئے حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب حضور پر چھتری کا سایہ کئے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر حضرت صاحب خاموشی سے صحن میں ٹہلتے رہے اور پھر اُوپر اپنے مکان پر تشریف لا کر آپ اپنی اُس کوٹھری میں گئے جس میں سے ہو کر آپ نماز کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ وہاں سے آپ نے اپنی ایک الماری کھولی اُس میں سے کچھ دوائیاں نکالیں اور اُن کو لے کر ساتھ والے دالان میں آ گئے اور زمین پر ہی بیٹھ گئے اور اپنے سامنے کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے رکھ کر اُن پر دوائیاں ڈالنی شروع کر دیں۔ آپ فکرمندی کی حالت میں خاموش بیٹھے تھے کہ حضرت امّاں جان سیّدہ نصرت جہاں بیگم حضرت مسیح موعود کی فکر کی حالت کو دیکھ کر پاس ہی آ کر بیٹھ گئیں اور جیسے کوئی کسی کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے یُوں گویا ہوئیں کہ مولوی بُرہان الدین صاحب جماعت میں بڑے عالم تھے وہ فوت ہو گئے، مولوی عبدالکریم صاحب بڑے عالم تھے وہ بھی وفات پا گئے اب مولوی صاحب (یعنی حضرت مولوی نور الدین صاحب)

بیمار ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرمائے۔

حضرت میر صاحب نے یہاں تک روایت کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ جب حضرت اماں جان نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے متعلق یہ فقرہ کہا تو حضرت مسیح موعود نے فرمایا:-

"یہ شخص (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل) ہزار عبدالکریم کے برابر ہے۔"

وہ وجود واقعی خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی کا نشان تھا۔ وہ انفرادی اور جماعتی لحاظ سے بے شمار برکات و فیوض کا منبع تھا۔ جس کا دل محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول میں مخمور تھا اور جس کی رُوح کا ذرہ ذرہ اپنے آقا و مطاع حضرت مسیح موعود کے پیار میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ مردِ حق حقیقتاً اِس لائق تھا کہ کے بلند مرتبہ پر فائز ہو اور اُس کی مدح میں یہ نغمہ الاپا جائے ؎

چہ خوش بُودے اگر ہر یک زامّت نورِ دیں بُودے
ہمیں بُودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بُودے

......دِل میں تھی پیاس

آئی تھی عید اور وہ آ کر گزر گئی
غم اور خوشی کی لہر تھی دل پہ گزر گئی
پیر و جواں اُداس تھے دیوار و در اُداس
آقا تیرے دیدار کی ہر دل میں تھی پیاس
ہر آنکھ آبدیدہ تھی ہر لب پہ تھی دُعا
یا ربّ ہمارے آقا کو تُو جلد تر مِلا
یہ بندشیں یہ مشکلیں سب دُور کر خدا
دشمن کے ہر فساد اور شر سے ہمیں بچا
جلوہ فگن ہو بزم میں پھر میرا شہریار
ربوہ کی سرزمین پہ پیدا ہو پھر بہار
مومن کی اِلتجا ہے یہ مولا تیرے حضور
رنج و الم ہوں دُور اور دل کو ملے سرور

—— جنابِ خواجہ عبدالمومن۔ ربوہ

"میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے"

سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کے نام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا ایک مکتوب

"مولانا۔ مرشدنا۔ امامنا! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عالیجناب، میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں اور امامِ زمان سے جس مطلب کے واسطے وہ مجدد کیا گیا وہ مطالب حاصل کروں۔ اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفا دے دوں اور دن رات خدمتِ عالی میں پڑا رہوں یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلاؤں اور اسی راہ میں جان دوں۔ میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیر و مرشد! میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمائیے کہ یہ ادنیٰ خدمت بجا لاؤں کہ ان کی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کر دوں۔ حضرت پیر و مرشد! نابکار شرمسار عرض کرتا ہے اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے۔ میرا منشاء ہے کہ براہین کے طبع کا تمام خرچ میرے پر ڈال دیا جائے پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپ کی ضروریات میں خرچ ہو۔ مجھے آپ سے نسبتِ　　　ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے طیّار ہوں۔ دعا فرماویں کہ میری موت صدّیقوں کی موت ہو۔"

فضیل عیاض احمد مربی سلسلہ کے قلم سے

قلم کی شکستگی، لفظوں کی بے نوائی، جذبات کا ہجوم —— عالمِ بے کسی اور بے چارگی —— یہ تاب کہاں کہ اُس پیکرِ نور کی تصویر لفظوں کے پیکر میں اُتاروں جو اِس نفسا نفسی کے دَور میں چراغِ راہِ ہدیٰ بنا۔ جو اسباب پر کتّوں کی طرح گرنے والی دُنیا میں توکّل علی اللہ کی مضبوط چٹان بن کر کھڑا رہا۔ جو دغا اور فریب کے جنگلوں میں وفا کے پھُول کھِلاتا رہا۔ جو اپنے آقا و مطاع محمّدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبّت میں سرشار رہا اور جو اپنے پیارے اور محبوب خدا کی محبّت میں بڑھتے بڑھتے فنافی الرسول کا مقام پا گیا۔

آپ کی زندگی ایامِ طفولیّت سے تا دمِ واپسیں حضرت مسیح موعود کے اِس شعر کی مصداق تھی ؎

ابتداء سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار

آغازِ شعور سے انتہائے حیات تک آپ کی زندگی ایک ایسے گلدستہ کی مانند ہے جس کا ہر گُل گُل سرسبد ہے ہر پھُول اپنی مہک میں جُداگانہ اور منفرد شان رکھتا ہے

لیکن ان سب پھُولوں میں ایک پھُول ایسا ہے جس نے اپنی خوشنمائی، تابانی اور مہک سے تمام پھُولوں پر سبقت لے لی ہے اور وہی روحانی زندگی کی علامت اور سرسبزی کا عنوان ہے۔ وہ پھُول عشقِ الٰہی کی لافانی شمع ہے جو آپ کے قلبِ صافی میں فروزاں تھی اور اس کے ساتھ ہی باقی تمام خوبیاں وابستہ اور پیوست تھیں ——

دوستو! عشق ایک ایسا جذبہ ہے جو بُزدل کو شجاع اور کمزور کو طاقتور بنا دیتا ہے اور عاشق کو اپنے معشوق کی ہر ادا، ہر رُوپ ہی پیارا لگنے لگتا ہے اور وہ اپنی زندگی کو اِس راہ میں داؤ پر لگانے سے گریز نہیں کرتا۔ وہ اپنے محبوب کی خاطر طوفانوں سے ٹکرا جایا کرتا ہے۔

آئیے حضور کی زندگی کو ایک عاشق کی نظر سے دیکھیں۔ عشق کا پہلا تقاضا اپنے آپ کو محبوب کے رنگ میں رنگین کرنا ہے یعنی اس کی رضا کو اپنی رضا جاننا اور اس کی ناراضگی سے دُنیا تاریک ہو جانا —— اگر کوئی فردِ عشق کے اِس پہلے تقاضے کو نہ نبھا سکے تو وہ

عشق کی دوسری منزلوں کی طرف ایک قدم بھی نہیں اُٹھا سکتا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب کی تمام تر سیرت بلکہ سیرت کا ہر پہلو بتا رہا ہے کہ آپ کا وجود پوری طرح اپنے محبوب یعنی خدا اور رسولؐ کے رنگ میں رنگین تھا۔

"صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً"

کی صداقت آپ کی سیرت کے ہر پہلو میں نمایاں طور پر جھلکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ حلم، رُشد، رحمت، رافت، غیرت وغیرہ صفات تو آپ کی زندگی میں چھائی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اِن صفات میں رنگین ہونے کا تقاضا ہی تھا کہ آپ ماسوی اللہ سے بالکل مستغنی ہو گئے تھے اور توکّل علی اللہ کی بلند و بالا مُحکم چٹان پر کھڑے تھے اور کوئی بڑے سے بڑا لالچ اور دلفریب تمنّائیں بھی آپ کو اس "صمد" سے دُور نہ کر سکیں۔ واقعات کے آئینے میں دیکھیں تو یُوں لگتا ہے کہ آپ کو ماسوی اللہ کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ آپ کو بہت قریب سے دیکھنے والے بزرگ ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے فرماتے ہیں:-

"حضرت خلیفہ اوّل نے اپنے آخری ایّامِ مرض میں میاں عبدالحی صاحب مرحوم کو درس دیتے ہوئے فرمایا کہ اب ہم جا رہے ہیں جب کبھی مشکل پیش آئے خدا سے دُعا کرنا کہ اے نورالدین کے خدا! جس طرح تُو نے نورالدین کی حاجت روائی کی ہے میری مشکل بھی دُور کر۔ مَیں اُمید کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اِس طرح تمہاری ضرورت بھی پوری کر دے گا۔"

یہ توکّل کا وہ مقام ہے جو "عقل" سے آگے آتا ہے اور جہاں دُوئی مٹ کر وحدانیت جوش مارنے لگتی اور تعلقات ذاتی نوعیّت کے ہو جایا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے آپ کا ایسا زندہ اور ذاتی تعلق تھا کہ گویا آپ کی ہر ضرورت پُوری کرنے کے لئے خدا آپ کے سامنے کھڑا ہوتا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میری آمدنی کا راز خدا نے کسی کو بتانے کی اجازت نہیں دی۔

عشق کا دوسرا تقاضا یہ ہُوا کرتا ہے کہ معشوق کا ذکر ہر وقت زبان پر ہو اور دل کا آئینہ تصویرِ یار کا نگارخانہ ہو اور لب پر اس کا ذکر ہو یہ نہ ہو کہ ؏

دِل میں ہو عشقِ صنم لب پہ مگر نام نہ ہو

یہ عشق محبوب کی باتیں حرزِ جان بنا دیتا ہے۔ اس کی گفتگو اقلیم قرار دیتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے عشق کی اس کٹھن منزل کو جس طرح نبھایا اس نے اسلاف کی یاد تازہ کر دی۔ ایک ایسی لَو آپ کے دِل میں کلامِ الٰہی سے محبّت اور اُلفت کی لگی کہ بے اختیار ہو کر پکار اُٹھے:-

"خدا تعالیٰ مجھے بہشت اور حشر میں نعمتیں دے تو مَیں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں گا تا حشر کے میدان میں بھی اور بہشت میں بھی قرآن شریف پڑھوں، پڑھاؤں اور سُناؤں۔"

پھر فرماتے ہیں:-

"قرآن میری غذا، میری تسلّی اور اطمینان کا سچّا ذریعہ ہے۔"

ایک اور موقع پر فرمایا:-

"قرآن شریف کے ساتھ مجھ کو اِس قدر محبّت

ہے کہ بعض وقت تو حروف کے گول گول دوائر مجھے زُلفِ محبوب نظر آتے ہیں اور میرے مُنہ سے قرآن کا ایک دریا رواں ہوتا ہے اور میرے سینہ میں قرآن کا ایک باغ لگا ہوا ہے۔ بعض وقت تو مَیں حیران ہو جاتا ہوں کہ کس طرح اس کے معارف بیان کروں "۔

قرآن کے پیش کردہ خدا کا ذکر آپ کی رُوح کی غذا بن گیا تھا۔ آپ نے مرض الموت میں اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ

" دُکھوں میں کبھی نہ گھبرائیو۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وِرد رکھیو۔ اپنے محسن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتی رہیو" نیز فرمایا کہ " جو لوگ مجھے نہیں سمجھتے انہیں کیا معلوم کہ نورالدین کا آخری وقت میں بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر ایمان تھا۔ فرمایا میرا دِل خوش ہے مَیں مطمئن ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرا مولا ہے اور محمّد رسول اللہ جیسا عظیم الشان خاتم کمالاتِ رسالت میرا ہادی "۔

ایک عام شخص جو موت کے قریب ہو اور اس کو اپنی زندگی مختتم نظر آ رہی ہو اپنے لواحقین کو صبر کی وصیّت کرتا ہے۔ مال و متاع کے چھن جانے کا دُکھ ہوتا ہے۔ دِل میں وساوس اور اندیشوں کا انبار ہوتا ہے اور اطمینان پرواز کر جاتا ہے لیکن جس کا دِل خدا سے واصل ہو چکا ہو۔ جو اپنے دِلبر میں نہاں ہو چکا ہو اس کا آخری پیغام ہی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وِرد ہے یعنی اُسی یار کا نام زبان پر جاری ہے اور جاں محبوب کے قدموں میں تڑپ رہی ہے۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل بیان کرتے ہیں :۔

" میرے ایک پیر شاہ عبدالغنی صاحب فرماتے تھے کہ سُورۂ نور قرآن شریف میں ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس میں بڑے ضروری احکام بیان فرمائے ہیں لیکن ہندوستان کے لوگ اس کے کسی حصّہ پر نہ توجہ کرتے ہیں نہ عمل کرتے ہیں "۔

(مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۹۲)

عشق کا ایک تقاضا یہ ہے کہ محبوب سے ایسا پیوند ہو جائے جیسا کہ شاخ کا درخت سے پیوند ہوتا ہے اور وہ شاخ اسی درخت کا حصّہ ہوتی ہے اور اگر اس شاخ کو درخت سے جُدا کر دیا جائے تو وہ مُردہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب خدا کے بندے مقامِ قُرب پر اور آگے بڑھتے ہیں تو ان کا اتّصال ذاتِ باری سے ہو جاتا ہے اور پھر خدا مخلوق کو ان سے اتّصال کا حکم دے دیتا ہے اور وہ مخلوق اس کی مدد پر کمربستہ ہو جاتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو بھی خدا سے ایسا ہی تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں :۔

" جب کسی آدمی کا تعلق اللہ تعالیٰ سے بڑھتا جاتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ اس سے تعلق پیدا کرو۔ اسی طرح جبرئیلی رنگ کی مخلوق سے

تعلق اور قبولیت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے .... بڑائی، شیخی اور فخر کے لئے نہیں تحدیثِ نعمت کے لئے کہتا ہوں کہ مَیں نے خود ایسے فرشتوں کو دیکھا ہے اور انہوں نے ایسی مدد کی ہے کہ عقل، فکر اور وہم میں نہیں آسکتی اور انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ دیکھو ہم کس طرح اس معاملہ میں تمہاری مدد کرتے ہیں۔"
(حیاتِ نور صـ۵۸۷)

جب کسی شخص کا خدا سے ایسا پیوندی تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر اپنے کلام کے معارف اور دقائق کھولتا ہے اور اس کو اپنے پاک کلام کے غوامض اور حقائق پر مطلع کرتا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں :-

"اگرچہ مدّت دراز سے قرآن مجید کا درس دے رہا ہوں اور کثرت سے قرآن مجید کے دَور ختم کر چکا ہوں لیکن مَیں لکھتا بھی جاتا ہوں اور میرے پاس بڑا انبار مسوّدوں کا موجود ہے اور ہر مرتبہ مَیں یہ خیال کرتا ہوں کہ اب یہ کام مکمل ہو گیا اس کو چھاپ دیا جائے مگر جب نیا دَور درس کا شروع ہوتا ہے تو ایسے عجیب و غریب حقائق اور معارف کا انکشاف ازسرِنو شروع ہو جاتا ہے کہ میری پچھلی تمام محنت اس کے مقابلہ میں رائیگاں ہو جاتی ہے۔"

عشق کا ایک تقاضا محبوب سے تعلق رکھنے والی چیزوں سے محبّت ہے — محبوب کے پیاروں سے محبّت کا تعلق رکھنا ہے — حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اس معیارِ عشق پر ایک عاشقِ صادق کی طرح پُورے اُترتے دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کو خدا تعالیٰ کے محبوب اور برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے برگزیدہ مسیح و مہدیٔ معہود سے گہرا عشق اور پیار تھا اور اس پیار کی جھلک آپ کی سیرت، آپ کے اقوال، آپ کے افعال، آپ کے کردار میں نظر آتی ہے — حضرت اقدس مسیح موعود آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"بلاشبہ کلامِ الٰہی سے محبّت رکھنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ طیّبات سے عشق ہونا اور اہل اللہ کے ساتھ حُبِّ صافی کا تعلق حاصل ہونا یہ ایک ایسی بزرگ نعمت ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص اور مخلص بندوں کو ملتی ہے .... فالحمدللہ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ نعمت جو رأس الخیرات ہے عطا فرمائی ہے — جیسے آپ کے اخلاص نے بطور خارق عادت اس زمانہ کے ترقی کی ہے ویسا ہی جوش حُبِّ لِلّٰہ کا آپ کے لئے اور آپ کے ساتھ بڑھتا گیا اور چونکہ خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس درجہ اخلاص میں آپ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی شریک نہ ہو اس لئے اکثر لوگوں کے دلوں پر جو دعوٰئ تعلق رکھتے ہیں خدا تعالیٰ نے قبض وارد کئے اور آپ کے دِل کو کھول دیا۔"
(مکتوباتِ احمدیہ جلد ۵ صـ۲)

آپ نے عشق کے اِس تقاضے کو اپنی اطاعت اور کامل متابعت سے اِس قدر نبا ہا کہ دربارِ مہدویّت سے " " کا لقب پایا اور خود مہدیٔ مسعود

نے فرمایا:-

" اور میرے ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتے ہیں جیسے نبض کی حرکت تنفّس کی پیروی کرتی ہے اور مَیں آپ کو اپنی رضا میں فانیوں کی طرح دیکھتا ہوں "

عشق کے تقاضوں میں ایک تقاضا محبوب کی باتوں کو ماننا ہے اور اس کے حکموں پر عمل کرنا بھی ہوتا ہے۔ آپ نے خدائے لم یزل کے حکم اطیعوا الرّسول کو جس طرح نبھایا اور اس کو جس طرح مقدّم رکھا اسکی نظیر بہت کم نظر آتی ہے۔ آپ نے اپنی تمام تمنّاؤں اور امیدوں کو رضائے الٰہی کی خاطر . . . . کے ساتھ وابستہ کر دیا اور اس کے حکموں کو اِس طرح اپنے دِل میں بٹھایا کہ آقا خود بیقرار ہوُا اور اپنے غلام کی سیرت اور کردار کو ان الفاظ کے موتیوں سے پرویا:-

" فاضل نبیل، موصوف میرے سب سے زیادہ محبت کرنے والے ان دوستوں میں سے ہیں جنہوں نے میری بیعت کی ہے اور عقدِ نیّت کو میرے ساتھ خالص کر دیا۔ اور جنہوں نے اِس بات پر عہدِ بیعت باندھا کہ وہ خدا تعالیٰ پر کسی کو مقدّم نہ کریں گے۔ مَیں نے آپ کو ان لوگوں میں سے پایا ہے جو اپنے عہدوں کی محافظت کرتے اور ربّ العالمین سے ڈرتے ہیں اور وہ اِس پُر شر زمانہ میں اس ماءِ مَعین کی طرح ہیں جو آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ جس طرح ان کے دل میں قرآن کی محبّت کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی ہے ایسی محبّت مَیں نے اَور کسی کے دِل میں نہیں دیکھی۔ آپ قرآن کے عاشق ہیں اور آپ کے چہرے پر آیاتِ مبین کی محبّت ٹپکتی ہے۔ آپ کے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نور ڈالے جاتے ہیں پس آپ ان نوروں کے ساتھ قرآن شریف کے وہ دقائق دکھاتے ہیں جو نہایت بعید و پوشیدہ ہوتے ہیں۔ آپ کی اکثر خوبیوں پر مجھے رشک آتا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی عطاء ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور وہ خیر الرازقین ہے۔"

" مہاراجہ کشمیر بارہا سرِ دربار تمام درباریوں کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے کہ تم سب اپنی اپنی غرض کو آ کر میرے پاس جمع ہو گئے ہو.... اور میری خوشامد کرتے ہو لیکن صرف ایک یہ شخص ہے (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی طرف اشارہ کر کے) جس کو مَیں نے اپنی غرض کو بُلایا ہے اور مجھ کو اس کی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔" (مرقاۃ الیقین صفحہ ۲۲۹)

" مولوی حکیم نور دین صاحب اپنے اخلاص اور محبت اور صفتِ ایثار اور للہ شجاعت اور سخاوت اور ہمدردی . . . میں عجیب شان رکھتے ہیں کثرتِ مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولیٰ میں اٹھا دینا اور اپنے لئے دُنیا میں کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی یا ان میں جن کے دلوں

پر ان کی محبت کا اثر ہے ..... اور جس قدر ان کے مال سے مجھ کو مدد پہنچی ہے اس کی نظیر اب تک میرے پاس نہیں ..... خدا تعالیٰ اِس خصلت اور ہمّت کے آدمی اِس اُمّت میں زیادہ سے زیادہ کرے۔ آمین ثم آمین"

یہ اُس عظیم المرتبت شخص کی سیرت کے گلہائے رنگا رنگ کی ایک جھلک ہے جو آج بھی چراغِ راہِ ہُدیٰ بن کر مشتاقانِ محبّتِ الٰہی کو مہمیز لگا رہا ہے کہ آؤ درِ رحمت وَا ہے اپنے سینوں کو نورِ قرآن سے منوّر کرو، اپنے دلوں کو عشقِ رسول سے بھر دو، اپنی زبان کو ذکرِ محبوب کے سرمدی نغمات سے تر کرو، اپنے دل کو خدا کی محبت کی آتشِ سوزاں سے تپاں کرو کہ وہ کُندن بن کر چمکنے لگیں اور جب ایسا ہو جائے تو پھر اِک چراغ سے اَور چراغ جلنے لگیں گے اور پھر ہر طرف ہدایت کی کرنیں جگمگانے لگیں گی اور دُنیا میں صرف ایک ہی آواز بلند ہو رہی ہو گی اور وہ آواز لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی آواز ہو گی ؟

○

در کوئے تو اگر سرِ عشّاق را زنند
اوّل کسے کہ لافِ تعشّق زند منم

ہاں، اے میرے پیارے رسولؐ! اگر تیرے کوچہ میں عُشّاق کا سَر قلم کرنے کا ہی دستور ہو تو وہ پہلا شخص جو نعرۂ عشق بلند کرے گا مَیں ہوں گا۔ مَیں ہوں گا! (حضرت مسیح موعود)

"قرآن مخدوم ہے خادم نہیں"

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا عشقِ قرآن

بشیر احمد نیّر - جامعہ احمدیہ - ربوہ

عشق نام ہے کسی کی خاطر اپنے وجود کو کھو دینے کا - اور عشق نام ہے کچھ ایسے جذبات کا جن کی حدت و تمازت سے تو پورے طور پر عاشق ہی واقف ہوا کرتا ہے مگر اپنے معشوق سے اس کی پیار بھری ادائیں آخر اس کے عشق کی قلعی کھول ہی دیا کرتی ہیں۔ چنانچہ اس اعتبار سے جب ہم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں آپ کے وجود کے ذرہ ذرہ میں عشقِ قرآن رچا بسا نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ علمِ قرآن کا ایک بحرِ ذخار تھے۔ اور ایک ایسے عاشقِ قرآن تھے جس کے چہرہ سے آیاتِ مبارکہ کی محبت ٹپکتی تھی اور جس کی فطرت کو قرآن پاک سے ایک خاص مناسبت عطا کی گئی تھی - اور جوع

قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

کی عملی تصویر تھے۔ اور قرآن پاک سے دلی محبت کا ہی نتیجہ تھا کہ اس کے ذریعہ "خدا نما" بننے والا "نورالدین" مسیحِ دوراں کے زمانہ میں مقامِ . . . پر فائز کیا گیا۔ قارئین کے سامنے آپ کے عشقِ قرآن کی حقیقی تصویر کشی تو میرے بس کی بات نہیں تاہم آپکے عشقِ قرآن کی داستان کا آغاز میں خود آپ کے ہی مبارک الفاظ میں کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں :-

● "قرآن شریف کے ساتھ مجھ کو اس قدر محبت ہے کہ بعض وقت تو حروف کے گول گول دوائر مجھے زُلفِ محبوب نظر آتے ہیں اور میرے مُنہ سے قرآن کا ایک دریا رواں ہوتا ہے اور میرے سینہ میں قرآن کا ایک باغ لگا ہوا ہے۔ بعض وقت تو میں حیران ہو جاتا ہوں کہ کس طرح اس کے معارف بیان کروں"۔

● "مجھے قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی چیز پیاری نہیں لگتی۔ ہزاروں کتابیں پڑھی ہیں ان سب میں مجھے خدا ہی کی کتاب پسند آئی"۔

● "میں نے دوسری کتابیں پڑھی ہیں اور بہت پڑھی ہیں مگر اس لئے نہیں کہ قرآن کریم کے مقابلہ میں وہ مجھے پیاری ہیں بلکہ محض اس نیت اور غرض سے کہ قرآن کریم کے فہم میں معاون ہوں"۔

● "قرآن میری غذا میری تسلی اور اطمینان کا سچا ذریعہ ہے اور میں جب تک اس کو کئی بار مختلف رنگ میں پڑھ نہیں لیتا مجھے آرام اور چین نہیں آتا۔ بچپن سے میری طبیعت خدا نے قرآن شریف پر تدبر کرنے والی بنائی ہے اور میں ہمیشہ دیر دیر تک قرآن شریف کے عجائبات اور بلند پروازیوں پر غور

کرتا ہوں:۔

• "مجھے قرآن مجید سے محبت ہے اور بہت محبت ہے۔ قرآن مجید میری غذا ہے میں سخت کمزور ہوتا ہوں قرآن مجید پڑھتے پڑھتے مجھ میں طاقت آجاتی ہے۔

• "مَیں نے قرآن کریم بہت پڑھا ہے اور اب تو میری غذا ہے۔ اگر آٹھ پہر مَیں خود نہ پڑھوں اور نہ پڑھاؤں اور میرا بیٹا میرے سامنے آکر نہ پڑھے تو مَیں اس کا وجود بھی نہیں سمجھتا۔ سونے سے پہلے وہ آدھ پارہ مجھے سُنا دیتا ہے۔ غرض مَیں قرآن کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ میری غذا ہے۔"

• "میرا تو اعتقاد ہے کہ اِس کتاب کا ایک رکوع انسان کو بادشاہ سے بڑھ کر خوش قسمت بنا دیتا ہے۔ جس باغ میں مَیں رہتا ہوں اگر لوگوں کو خبر ہو جاوے تو مجھے بعض دفعہ خیال گزرتا ہے کہ میرے گھر سے قرآن نکال کر لے جاویں۔"

• ایک دفعہ فرمایا کہ "خدا تعالیٰ مجھے بہشت اور حشر میں نعمتیں دے تو مَیں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں گا تا حشر کے میدان میں بھی اور بہشت میں بھی قرآن شریف پڑھوں، پڑھاؤں اور سُناؤں۔"

آپ کے اِن فرمودات کی عملی تصدیق کے لئے سینکڑوں واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں جن سے خوب واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کس درجہ کے سچے عاشقِ قرآن تھے تاہم چند واقعات اِس ضمن میں پیش ہیں۔

ایک دفعہ آپ درسِ قرآن کے لئے البیت الاقصیٰ قادیان تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ کو غلام رسول صاحب پٹھان کی دوکان پر پہنچ کر اطلاع ملی کہ صوفی غلام محمد صاحب بی۔ اے نے قرآن مجید حفظ کر لیا ہے۔ آپ وہیں دکان کی چٹائی پر سجدۂ شکر میں گر گئے۔

ایک بار ختمِ قرآن کے موقع پر آپ درس دینے کے لئے ۔ ۔ ۔ کھڑے ہوئے سامنے ایک بڑی چادر میں بتاشے رکھ دئے گئے۔ حضور نے درس دیتے ہوئے فرمایا ان کو اُٹھا لو۔ تمہیں ختمِ قرآن کی خوشی ہے اور نورالدین کو غم ہے کہ پھر زندگی میں قرآن مجید ختم کرنا نصیب ہوگا یا نہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل جیسے سچے عاشقِ قرآن پر یہ بات بہت شاق گزرتی تھی کہ ان کے محبوب قرآن میں کچھ آیات منسوخ تصوّر کی جائیں اور نعوذ باللہ ان کو فضول اور بیکار سمجھا جائے۔ آپ کو تو ؎

پڑھوں قاصد مَیں کیا خط اس حسیں کا
ہر اِک نقطہ ہے اقلیم معانی

کے مطابق جب ہر ایک حرف اور ہر ایک نقطہ میں علوم اور معارف کے دریا بہتے ہوئے نظر آتے تو ناسخ و منسوخ کا عقیدہ آپ کے دِل میں قلق پیدا کر دیتا۔ چنانچہ آپ نے قرآن مجید کی ان آیات پر خوب غور کیا جن کو منسوخ قرار دیا گیا تھا تو اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے وہ آیات بھی آپ کو سمجھا دیں اور یُوں ناسخ و منسوخ کا مسئلہ حل ہو گیا جو کہ آپ کے عشقِ قرآن کی ایک بیّن علامت ٹھہرا۔

حضور کو قرآن مجید کے پڑھنے پڑھانے، سُننے

سُنانے اور سمجھنے کا جو شوق تھا اس کا اندازہ اِس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ حرمین شریفین کے سفر میں جب آپ بمبئی پہنچے تو مولوی عنایت اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اس زمانہ میں آپ کو اصولِ تفسیر پر حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کی کتاب "الفوز الکبیر" کا بڑا شوق تھا۔ مولوی عنایت اللہ صاحب نے اس نادر موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہا اور کہا کہ پچّاس روپے میں کتاب مل سکتی ہے آپ نے فوراً پچّاس روپیہ کا نوٹ نکال کر دے دیا اور کتاب لے کر چل دئے۔

اللہ اللہ! یہ قرآن کے ساتھ عشق اور اس کو سمجھنے کا شوق ہی تھا کہ ایک چھوٹی سی کتاب کے فوراً پچّاس روپے ادا کر دئیے جو آجکل کے سینکڑوں روپوں کے برابر تھے لیکن مولوی عنایت اللہ صاحب پر جو کہ ایک صالح آدمی تھے اِس واقعہ کا ایسا اثر ہوا کہ جھٹ پچّاس روپے حضور کو واپس کر دئے۔

یہ صرف قرآن کے ساتھ عشق ہی تھا کہ آپ نے ہزاروں ہزار روپے کی تفاسیرِ قرآنی اور دیگر کتب جو قرآن مجید کے سمجھنے میں ممد ہوں منگوا کر اپنے کتب خانہ میں رکھی ہوئی تھیں۔ علاوہ ازیں اسی سلسلہ میں اپنے کچھ مخلص دوستوں کو بھوپال اور مصر کی بڑی بڑی لائبریریوں میں بھی بھجوایا تا کہ وہاں سے تفاسیر کی کتابوں کے قلمی نسخے لائے جائیں جن کے مطالعہ سے آپ مزید قرآنی معارف سے بہرہ مند ہوں۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا:۔

"قرآن کریم ایسی کتاب ہے۔ ایک دفعہ میرا جی چاہا کہ حاشیہ پر اس کی منتخب یادداشتیں لکھوں میرے

> حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل بیان فرماتے ہیں:۔
> "مَیں لاہور کے ڈبّی بازار میں جا رہا تھا و[ہاں]
> ایک شخص مجھ سے ملا اور کہا کہ ہم کو تم سے بڑی بڑ[ی]
> امّیدیں تھیں۔ مَیں نے کہا کہ یہ بات پہلے بھی کہی گئی ہے
> یعنی قالوا یاصالح قد کنت فینا مرجوًّا"۔
> (مرقاۃ الیقین صد ۱۹۹)

دماغ کو شعر سے تو کچھ نسبت نہیں۔ ایک روز جمعہ کے بڑے زور مار کر تین شعر لکھے تھے حالانکہ اس وقت میرے اندر ایک کیفیّت بھی موجود تھی مگر جب قرآن کر[یم] کے انتخاب کے لئے قلم اُٹھایا تو مجھ کو یہ شعر یاد آگیا

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجا است

مَیں نے قلم کو توڑ دیا۔ سیاہی کو اُلٹ دیا اور کہا کہ ا[ے] قلم تُو بھی جُھوٹا ہے اور اے دوات تُو بھی جُھوٹی ہے کیا قرآن کریم کا انتخاب لکھنا چاہتے ہو یہ خود سارے کا سارا انتخاب ہے"۔

سچے عاشق کی ایک یہ بھی علامت ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کا اِنتہائی احترام کرتا ہے اور اس کے بار[ے] میں اپنے دل میں بڑی غیرت کے جذبات رکھتا ہے چنا[نچہ] ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے عشق میں آپ سے ہر مو[قع] پر اِس وصف کا ظہور ہوتا رہا۔

ایک دفعہ غالباً مدرسہ احمدیہ کے صحن میں در[س] دے رہے تھے کہ آپ کے کسی بچّہ نے قرآن شریف صف[حہ]

پر رکھ دیا آپ نے فوراً اُٹھا لیا اور بہت خفگی کا اظہار فرمایا کہ قرآن مجید کی بے ادبی ہوئی ہے۔

ایک مرتبہ ایک طالب علم نے قرآن کریم پر دوات رکھ دی۔ آپ اس کی اس حرکت کو دیکھ کر ناراض ہوئے اور فرمایا میاں! اگر تمہارے مُنہ پر کوئی شخص گوبر اُٹھا کر مار دے تو تمہیں کیسا بُرا لگے۔ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے ہمیشہ اس کا ادب ملحوظ رکھا کرو اور اس کے اُوپر کوئی چیز نہ رکھا کرو۔

میاں محمد عبد اللہ صاحب مرحوم (جِلد ساز ربوہ) بیان کرتے ہیں کہ بعض لوگ قرآن مجید کے اندر اپنے خط وغیرہ رکھ لیتے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل اس کو سخت ناپسند کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ

"قرآن مخدوم ہے خادم نہیں"

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں کہ:۔

"مَیں نے اپنی ماں کے پیٹ میں قرآن مجید سُنا پھر گود میں سُنا اور پھر ان سے ہی پڑھا"

یہ قرآن مجید کے ساتھ عشق اور اسے پڑھنے کے شوق کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ کو الہامات اور خوابوں کے ذریعہ خدا تعالیٰ خود قرآن مجید سکھا دیتا تھا چنانچہ آپ کو خواب میں بتایا گیا کہ اگر کوئی مُنکرِ قرآن آپ سے کسی ایسی آیت کا مطلب پُوچھے جس سے آپ ناواقف ہوں تو اس کا علم تمہیں ہم دیں گے۔ چنانچہ جب دشمنِ اسلام دھرم پال کی کتاب "ترکِ اسلام" کا جواب لکھتے ہوئے حروفِ مقطعات کی بحث کا موقع آیا تو ایک روز مغرب کی نماز میں دو سجدوں کے درمیان آپ نے صرف اِتنا ہی خیال کیا کہ مولا یہ منکرِ قرآن حروفِ مقطعات پر سوال کرتا ہے تُو ہی ان کا علم مجھے عطا فرما۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ

"اسی وقت یعنی دو سجدوں کے درمیان قلیل عرصہ میں مجھ کو مقطعات کا وسیع علم دیا گیا جس کا ایک شمّہ مَیں نے رسالہ نور الدین میں مقطعات کے جواب میں لکھا ہے اور اس کو لکھ کر مَیں خود بھی حیران ہوگیا"

جموں میں آپ کو مہاراجہ کے خاص خدمتگزاروں کو بھی قرآن کریم سُنانے کا موقع ملا بعض ان میں سے اِس درجہ متاثر ہوئے کہ انہوں نے برملا اِس امر کا اظہار کیا کہ قرآن شریف بڑی دلربا کتاب ہے اور حضرت مولوی صاحب کے سُنانے کا انداز بھی بڑا ہی دلچسپ اور اثر انگیز ہے۔

ایک دفعہ آپ کو پالکی میں بیٹھ کر جموں جانے کا موقع ملا یہ ایک مہینے کا سفر تھا۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ خود فرماتے ہیں:۔

"مَیں نے اس کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھا اور سوار ہوگیا۔ اس میں خوب آرام کا بستر بچھا ہوا تھا۔ مَیں اس میں لیٹ گیا اور شکریہ میں قرآن شریف کی تلاوت شروع کی۔ وہ ایک مہینہ کا سفر تھا مَیں نے اس ایک مہینہ میں چودہ پارے قرآن شریف کے یاد کر لئے"

یہ قرآن مجید کے ساتھ عشق ہی تھا کہ جب بچوں میں سے کوئی قرآن مجید ختم کر لیتا تو اس پر آپ خوشی

کی تقاریب منعقد کرتے۔ قادیان کے علاوہ لاہور یا کسی اور جگہ تشریف لے جاتے تو وہاں بھی درسِ قرآن کا سلسلہ جاری رہتا۔

آپ کی دلی خواہش تھی کہ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے انگریزی ترجمۂ قرآن جلد شائع ہو الحمدللہ کہ حضور کی یہ خواہش عرصہ ہوُا تکمیل پا چکی ہے۔ مرض الموت کے ایام میں باوجود سخت ضعف کے آپ کھڑے ہو کر باآوازِ بلند درس دیتے رہے۔ طبیبوں اور ڈاکٹروں کا مشورہ تھا کہ آپ کو آرام کرنا چاہیئے مگر آپ نے فرمایا مجھے تو اِس سے تقویت ہوتی ہے۔ کچھ دن کے بعد آپ کی طبیعت یہاں تک کمزور ہو گئی کہ سہارے کے بغیر بیٹھنا محال ہو گیا اور بولنے سے ضعف ہونے لگا تو اپنے گھر میں درس کا سلسلہ جاری فرما دیا۔ گویا زندگی کے آخری سانس تک قرآن مجید کے درس و اشاعت کی فکر رہی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود آپ کی قرآن مجید سے محبت اور عشق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"جس طرح ان کے دل میں قرآن کی محبت کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی ہے ایسی محبت میں اَور کسی کے دِل میں نہیں دیکھتا۔ آپ قرآن کے عاشق ہیں اور آپ کے چہرہ پر آیاتِ مبین کی محبت ٹپکتی ہے۔ آپ کے دِل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نور ڈالے جاتے ہیں۔ پس آپ ان نوروں کے ساتھ قرآن شریف کے وہ دقائق دکھاتے ہیں جو نہایت بعیدہ پوشیدہ ہوتے ہیں۔۔۔ آپ کی فطرت کے لئے خدا تعالیٰ کے کلام سے پوری مناسبت ہے۔ خدا تعالیٰ کے کلام میں بے شمار خزانے ہیں جو اس بزرگ جوان کے لئے ودیعت رکھے گئے ہیں" (آئینہ کمالاتِ حصہ عربی)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:-
"مجھ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ایک مرتبہ خواب میں فرمایا کہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ بہت پڑھا کرو"
(مرقاۃ الیقین ص۱۸۸)

حضرت مولوی صاحب کو جو عشق قرآن مجید سے تھا اس کا اعتراف معاندین تک نے کیا ہے۔ چنانچہ مولوی ابوالکلام صاحب آزاد ایڈیٹر "الہلال" کلکتہ لکھتے ہیں:-

"حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی ثم قادیانی وہ علامہ دہر تھے جن کی ساری عمر قرآن شریف کے پڑھنے اور پڑھانے میں گزری۔ ہر مذہب و ملّت کے خلاف . . کارِ دّ آپ نے آیاتِ قرآنی سے کیا آپ کے پاس علمِ تفسیر کا بہت بڑا ذخیرہ تھا"

اخبار "بھارت" لکھتا ہے:-
"مذہب کا آپ کو اتنا خیال تھا کہ ایامِ علالت میں بھی قرآن شریف کے ترجمے میں گہری دلچسپی لیتے رہے"

"میونسپل گزٹ" لاہور نے لکھا:-

"کلام اللہ سے آپ کو جو عشق تھا وہ غالباً بہت کم عالموں کو ہو گا اور جس طرح آپ نے عمر کا آخری حصّہ احمدی جماعت پر صرف قرآن مجید کے حقائق و معارف آشکار فرمانے میں گزارا بہت کم عالم اپنے حلقہ میں ایسا عمل کرتے ہوئے پائے جائیں گے۔"

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قرآن مجید کے ساتھ ایسی ہی سچی محبت عطا کرے کہ ہم بھی لگن اور شوق کے ساتھ حضور کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس کے علوم حاصل کرنے والے ہوں اور خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی زندگیاں اشاعتِ قرآن میں صرف کرنے کی سعادت پانے والے ہوں تا پیارے آقا کا مشن پوری شان و شوکت اور آب و تاب کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ آمین

سب سے پیارا مرید

حضرت مفتی (محمد صادق) صاحب نے حسبِ ذیل بہت ہی عجیب لطیفہ جلسہ سالانہ ۱۹۲۵ء کے موقع پر سُنایا:۔

"حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ایک مرتبہ حضرت صاحب کے گھر میں مستورات کے درمیان اِس امر پر گفتگو ہونے لگی کہ حضرت اقدس کو اپنے مریدوں میں سب سے پیارا کون ہے؟ کسی عورت نے کسی کا نام لیا اور کسی نے کسی کا۔ کسی ایک شخص پر سب عورتوں کا اِتفاق نہیں ہو سکا۔ حضرت امّاں جان نے فرمایا کہ میرے خیال میں تو حضرت صاحب کو سب سے پیارے مولوی نورالدین ہیں اور اس کا امتحان بھی میں تم سب عورتوں کو ابھی کرا دیتی ہوں۔

اُس وقت حضرت صاحب علیحدہ کمرے میں بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے حضرت امّاں جانؓ عورتوں کے مجمع میں سے اُٹھیں اور کہنے لگیں کہ میں حضرت صاحب کے پاس جا کر یہ بات ایک ترکیب سے پوچھتی ہوں تم باہر کھڑی ہو کر سُنتی رہنا تمہیں پتہ لگ جائے گا کہ حضرت صاحب کو سب سے زیادہ پیارا کون سا مرید ہے؟

عورتوں سے یہ کہہ کر حضرت امّاں جان حضورِ اقدس کے پاس کمرہ میں تشریف لے گئیں اور حضور کو مخاطب کر کے فرمانے لگیں کہ "آپ کے جو سب سے زیادہ پیارے مرید ہیں وہ" اِتنا فقرہ کہہ کر حضرت امّاں جان چُپ ہو گئیں۔ اِس پر حضرت اقدس نے نہایت گھبرا کر پوچھا "مولوی نورالدین صاحب کو کیا ہوا جلدی بتاؤ"۔ اِس پر حضرت امّاں جان ہنسنے لگیں اور فرمایا "آپ گھبرائیں نہیں مولوی نورالدین صاحب اچھی طرح ہیں میں تو آپکے مُنہ سے یہ بات کہلوانا چاہتی تھی کہ آپ کے سب سے پیارے مرید کونسے ہیں چنانچہ آپ نے وہ بات کہہ دی اب میں جاتی ہوں آپ اپنا کام کریں"۔

(لطائفِ صادق صفحہ ۱۲، ۱۳)

اِستحکامِ خلافتِ احمدیہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی جِدّ و جُہد

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے عہدِ مبارک کا سب سے عظیم الشّان کارنامہ جماعت میں استحکامِ خلافت کے لئے شاندار جدّ وجہد ہے۔ اِس ضمن میں حضور کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ مختصر مگر جامع الفاظ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے قلم سے ہدیۂ قارئین ہے :

"قادیان کی بیعتِ خلافت کے بعد جُوں جُوں بیرونجات کی جماعتوں اور دوستوں کو حضرت مسیح موعود کی وفات اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی بیعت کی اطلاع پہنچی سب نے بلا استثناء اور بلا تامّل حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی اطاعت قبول کی اور ایک نہایت ہی قلیل عرصہ میں جماعتِ احمدیہ کا ہر متنفّس خلافت کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گیا اور حضرت مسیح موعود کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ :-

"مَیں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں اور
میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے
جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے" ؎

یہ نظارہ سلسلہ احمدیہ کے دشمنوں کے لئے نہایت درجہ رُوح فرسا تھا جو حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ بس اب اِس سِلسلہ کے مٹنے کا وقت آ گیا ہے اللہ تعالیٰ نے جماعت کو پھر ایک ہاتھ پر جمع کر کے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور دُنیا کو بتا دیا کہ یہ پَودا خدا کے ہاتھ کا لگایا ہؤا ہے اور کسی انسان کو طاقت نہیں کہ اسے مٹا سکے۔

جماعت میں انشقاق کا بیج

مگر جہاں حضرت مسیح موعود کی وفات پر خدا نے اپنی قدیم سُنّت کے مطابق آپ کی گِرتی ہوئی جماعت کو سنبھال کر اپنی قدرت نمائی کا ثبوت دیا وہاں تقدیر کے بعض دوسرے نوشتے بھی پورے ہونے والے تھے چنانچہ ابھی حضرت مسیح موعود کی وفات پر ایک سال بھی نہیں گذرا تھا کہ بعض لوگوں نے جن کے ہاتھ پر اس فتنہ کا بیج بونا مقدّر تھا مخفی مخفی اور آہستہ آہستہ یہ سوال اُٹھانا شروع کیا کہ دراصل حضرت مسیح موعود کا یہ منشاء نہیں تھا کہ آپ کے بعد جماعت میں کسی

؎ الوصیّت

واجب الاطاعت خلافت کا نظام قائم ہو بلکہ آپ کا منشاء یہ تھا کہ سلسلہ کا سارا انتظام صدر انجمن احمدیہ کے ہاتھ میں رہے جس کی آپ نے اسی غرض سے اپنی زندگی کے آخری ایام میں بنیاد رکھی تھی۔ پس اگر کسی خلیفہ کی ضرورت ہو بھی تو وہ صرف بیعت لینے کی غرض سے ہوگا اور انتظام کی ساری ذمہ داری صدر انجمن احمدیہ کے ہاتھ میں رہے گی۔

اس سوال کی ابتداء صدر انجمن احمدیہ کے بعض ممبروں کی طرف سے ہوئی تھی جن میں مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز قادیان اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی لاہور زیادہ نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ ان اصحاب اور ان کے رفقاء نے خفیہ خفیہ اپنے دوستوں اور ملنے والوں میں اپنے خیالات کو پھیلانا شروع کر دیا اور ان کی بڑی دلیل یہ تھی کہ حضرت مسیح موعود کی وصیت میں خلافت کا ذکر نہیں ہے اور یہ کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی ایک غیر مطبوعہ تحریر میں صدر انجمن احمدیہ کے حق میں اس قسم کے الفاظ لکھے ہیں کہ میرے بعد اس انجمن کا فیصلہ قطعی ہوگا وغیر ذالک۔ دلوں کا حال تو خدا جانتا ہے مگر ظاہری حالات پر اندازہ کرتے ہوئے اس سوال کے اٹھانے والوں کی نیت اچھی نہیں سمجھی جا سکتی تھی کیونکہ :۔

اوّل: جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے اس سوال کے اٹھانے والے صدر انجمن احمدیہ ہی کے بعض ممبر تھے اور یہ ظاہر ہے کہ انجمن کے طاقت میں آنے سے خود ان کو طاقت حاصل ہوتی تھی۔

دوم: حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد صدر انجمن احمدیہ اپنے سب سے پہلے فیصلہ میں اتفاق رائے کے ساتھ یہ قرار دے چکی تھی کہ جماعت میں ایک واجب الاطاعت خلیفہ ہونا چاہیئے۔ [۱] پس اگر بالفرض حضرت مسیح موعود کی کسی تحریر کا یہ منشاء تھا بھی کہ میرے بعد انجمن کا فیصلہ قطعی ہوگا تو صدر انجمن احمدیہ خلافت کے حق میں فیصلہ کر کے خود خلافت کو قائم کر چکی تھی اور جن اصحاب نے اب خلافت کے خلاف سوال اٹھایا تھا وہ سب اس فیصلہ میں شریک تھے اور اس کے مؤید و حامی تھے۔ پس اس جہت سے بھی یہ نیا پروپیگنڈا ایک دیانتداری کا فعل نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔

سوم: یہ بات قطعاً غلط تھی کہ حضرت مسیح موعود نے الوصیت میں خلافت کا ذکر نہیں کیا بلکہ...... حضرت مسیح موعود نے صراحت اور تعیین کے ساتھ خلافت کا ذکر کیا تھا بلکہ . . . . مثال دے کر بتایا تھا کہ ایسا ہی میرے سلسلہ میں ہوگا اور یہ تصریح کی تھی کہ میرے بعد نہ صرف ایک خلیفہ ہوگا بلکہ خلافت کا ایک لمبا سلسلہ

---

[۱] دیکھو اعلان خواجہ کمال الدین صاحب سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ مندرجہ الحکم مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء و بدر مورخہ ۲ جون ۱۹۰۸ء۔

چلے گا اور متعدد افراد قدرتِ ثانیہ کے مظہر ہوں گے۔ پس ایسی صراحت کے ہوتے ہوئے یہ دعویٰ کس طرح دیانتداری پر مبنی سمجھا جا سکتا تھا کہ الوصیّت میں خلافت کا ذکر نہیں۔

چہارم: غالباً سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ تھا کہ اس سوال کے اُٹھانے والوں نے کُھلے طور پر اس سوال کو نہیں اُٹھایا بلکہ حضرت خلیفہ اوّل سے مخفی رکھ کر خفیہ خفیہ پراپیگنڈا کیا جو یقیناً اچھی نیت کی دلیل نہیں ہے۔

مندرجہ بالا وجوہات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان اصحاب کی نیّت صاف نہیں تھی اور یہ ساری کوشش محض اپنے آپ کو طاقت میں لانے یا کسی دوسرے کی ماتحتی سے اپنے آپ کو بچانے کی غرض سے تھی ان کا یہ عذر کہ یہ جمہوریت کا زمانہ ہے اور ہم سلسلہ کے اندر جمہوری نظام قائم کرنا چاہتے ہیں یا تو محض ایک بہانہ تھا اور یا پھر یہ اِس بات کی دلیل تھی کہ یہ اصحاب سلسلہ احمدیہ میں منسلک ہو جانے کے باوجود سلسلہ کی اصل غرض وغایت اور اس کے مقصد و منتہیٰ سے بے خبر تھے اور اسے ایک محض دنیوی نظام سمجھ کر دُنیا کے سیاسی قانون کے ماتحت لانا چاہتے تھے گو یہ علیحدہ بات ہے کہ دُنیا کا سیاسی قانون بھی کُلّی طور پر جمہوریت کے حق میں نہیں ہے۔ پس اس فتنہ کے کھڑا کرنے والوں نے ایک نہایت بھاری ذمہ داری کو اپنے سر پر لیا اور خدا کی برگزیدہ جماعت میں انشقاق وافتراق کا بیج بویا اور اپنے نفسوں کو گرانے کی بجائے خدا کی قدیم سُنّت . . . . . اور حضرت

عبدالباسط

۲۷ دسمبر ۱۹۱۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے جلسہ سالانہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

"یہ معرفت کی باتیں ہیں۔ مجھے کہنے میں معذور سمجھو۔ میرے دل کی خواہش برس بھر سے تھی۔ بدگمانی بھی ہوئی کہ شاید پیسوں کے لئے بُلاتا ہے۔ مَیں مالوں کا خواہش مند نہیں، میرا نام آسمان میں عبدالباسط ہے باسط اسے کہتے ہیں جو فراخی سے دیتا ہے۔ ... میرا مولیٰ وقت پر مجھے ہر چیز دیتا ہے۔ اس کے بڑے بڑے فضل مجھ پر ہیں۔" (الحکم ۷ر جنوری ۱۹۱۱ء)

مسیح موعود کی واضح تعلیم کو پسِ پُشت ڈال دیا۔ ممکن ہے کہ یہ اصحاب اپنی جگہ اپنی نیّت کو اچھا سمجھتے ہوں اور دھوکا خوردہ ہوں اور ہم بھی اِس بات کے مدعی نہیں کہ ہم نے ان کا دل چیر کر دیکھا ہے مگر ان ٹھوس حالات میں جو اُوپر بیان کئے گئے ہیں دھوکا خوردہ ہونے کی صورت میں بھی ان کی بدقسمتی کا بوجھ کچھ کم نہیں ہے اے کاش وہ ایسا نہ کرتے!!!

جب ان خیالات کا زیادہ چرچا ہونے لگا اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل تک سارے حالات پہنچے تو آپ نے جماعت میں ایک فتنہ کا دروازہ کُھلتا دیکھ کر اس معاملہ کی طرف فوری توجہ فرمائی اور ۳۱ر جنوری ۱۹۰۹ء بروز اتوار جماعت کے سرکردہ ممبروں کو

قادیان میں جمع کر کے البیت المبارک میں ایک تقریر فرمائی جس میں مسئلہ خلافت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈال کر جماعت کو بتایا کہ اصل چیز خلافت ہی ہے جو نظامِ . . . کا ایک اہم اور ضروری حصہ ہے اور حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے بھی خلافت ہی کا ثبوت ملتا ہے اور صدر انجمن احمدیہ ایک عام انتظامی انجمن ہے جسے خلافت کے منصب سے کوئی تعلق نہیں اور پھر یہ کہ خود انجمن بھی اپنی سب سے پہلی قرار داد میں خلافت کا فیصلہ کر چکی ہے۔ اس موقع پر آپ نے حاضرین کو جن میں منکرین خلافت کے سرکردہ اصحاب شامل تھے نصیحت بھی فرمائی کہ دیکھو حضرت مسیح موعود کے اس قدر جلد بعد جماعت میں اختلاف اور انشقاق کا بیج نہ بو اور جس جھنڈے کے نیچے تمہیں خدا نے جمع کر دیا ہے اس کی قدر کرو۔

آپ کی یہ تقریر اس قدر دردناک اور رقت آمیز تھی کہ اکثر حاضرین بے اختیار ہو کر رونے لگے اور منکرینِ خلافت نے بھی معافی مانگ کر اپنے آپ کو پھر خلافت کے قدموں پر ڈال دیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان اصحاب کی اندرونی بیماری اس سے بہت زیادہ گہری تھی جو سمجھی گئی تھی کیونکہ تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ظاہر ہوا کہ مؤیدینِ انجمن کا مخفی پراپیگنڈا بدستور جاری ہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ زوروں میں ہے۔ چونکہ یہ لوگ حضرت خلیفہ اوّل کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کر چکے تھے اور اس سے پیچھے ہٹنا مشکل تھا اس لئے اب آہستہ آہستہ انہوں نے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ ہمیں حضرت مولوی صاحب کی امامت پر تو اعتراض نہیں ہے اور وہ اپنی ذاتی قابلیت اور ذاتی علم و فضل سے ویسے بھی واجب الاحترام اور واجب الاطاعت ہیں مگر ہمیں اصل فکر آئندہ کا ہے کہ حضرت مولوی صاحب کے بعد کیا ہوگا کیونکہ ہم مولوی صاحب کے بعد کسی اور شخص کی قیادت کو خلافت کی صورت میں قبول نہیں کر سکتے۔ افسوس ہے کہ ان کا یہ عذر بھی دیانتداری پر مبنی نہیں سمجھا جا سکتا تھا کیونکہ جیسا کہ متعدد تحریری شہادات سے ثابت ہے ان اصحاب نے اپنے خاص الخاص حلقہ میں خود حضرت خلیفہ اوّل کی ذات کے خلاف بھی پراپیگنڈا شروع کر رکھا تھا مگر بہرحال اس وقت ان کا ظاہر قول یہی تھا کہ ہمیں اصل فکر آئندہ کا ہے کہ پیچھے تو جو کچھ ہونا تھا ہو گیا اب کم از کم آئندہ یہ خلافت کا سلسلہ جاری نہ رہے۔

اس قول میں ان کا اشارہ حضرت مسیح موعود کے بڑے صاحبزادے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب . . . . کی طرف تھا جن کی قابلیت اور تقویٰ طہارت کی وجہ سے اب آہستہ آہستہ لوگوں کی نظریں خود بخود اس طرف اٹھ رہی تھیں کہ حضرت مولوی صاحب کے بعد وہی جماعت کے خلیفہ ہوں گے۔ اس کے بعد سے گویا منکرینِ خلافت کی پالیسی نے دُہرا رُخ اختیار کر لیا۔ اوّل یہ کہ انہوں نے اِس بات کا پراپیگنڈا جاری رکھا کہ جماعت میں اصل چیز انجمن ہے نہ کہ خلافت۔ دوم یہ کہ انہوں نے ہر رنگ میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو نیچا کرنے اور جماعت میں بدنام کرنے کا طریق اختیار

کر لیا تاکہ اگر جماعت خلافت کے انکار کے لئے تیار نہ ہو تو کم از کم وہ خلیفہ نہ بن سکیں۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے بار بار حلف اُٹھا کر کہا کہ میرے وہم وگمان میں بھی خلیفہ بننے کا خیال نہیں ہے اور ایک خلیفہ کے ہوتے ہوئے آئندہ خلیفہ کا ذکر کرنا ہی ناجائز اور خلاف تعلیم ... ہے پس خدا کے لئے اس قسم کے ذاتی سوالات کو اُٹھا کر جماعت کی فضا کو مزید مکدّر نہ کرو مگر ان خدا کے بندوں نے ایک نہ سُنی اور حضرت مولوی صاحب کی زندگی کے آخری لمحہ تک اپنے اس دُہرے پراپیگنڈے کو جاری رکھا بلکہ حضرت خلیفہ اوّل کے خلاف بھی اپنے خفیہ طعنوں کے سلسلہ کو چلاتے چلے گئے۔

اِس عرصہ میں حضرت خلیفہ المسیح اوّل نے بھی متعدد موقعوں پر خلافت کی تائید میں تقریریں فرمائیں اور طرح طرح سے جماعت کو سمجھایا کہ خلافت ایک نہایت ہی بابرکت نظام ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور خدا تعالیٰ اس نظام کے ذریعہ نبی کے کام کو مکمّل فرمایا کرتا ہے اور ہر نبی کے بعد خلافت ہوتی رہی ہے اور حضرت مسیح موعود نے بھی اپنے بعد خلافت کا وعدہ فرمایا تھا اور یہ کہ گو بظاہر خلیفہ کا تقرر ۔ ۔ ۔ انتخاب سے ہوتا ہے مگر دراصل ... تعلیم کے ماتحت خلیفہ خدا بناتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اب جب سلسلہ احمدیہ میں خلافت کا نظام عملاً قائم ہو چکا ہے اور تم ایک ہاتھ پر بیعت کر چکے ہو تو اب تم میں یا کسی اور میں یہ طاقت نہیں ہے کہ خدا کی

سِلسلہ کی روشن شمع

حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"مَیں اِس بات کے لکھنے سے رہ نہیں سکتا کہ اس نصرت اور جانفشانی میں اوّل درجہ پر ہمارے خاص محبّ فی اللہ مولوی حکیم نور الدین صاحب ہیں جنہوں نے نہ صرف مالی امداد کی بلکہ دُنیا کے تمام تعلقات سے دامن جھاڑ کر اور فقیروں کا جامہ پہن کر اپنے وطن سے ہجرت کر کے قادیان میں موت کے دن تک آبیٹھے اور ہر وقت حاضر ہیں۔ اگر مَیں چاہوں تو مشرق میں بھیج دوں یا مغرب میں۔ ۔ ۔ ۔

. . . .

....اور مولوی حکیم نور الدین صاحب تو ہمارے اِس سلسلہ کی ایک روشن شمع ہیں۔"

(اشتہار ۴۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء)

مشیّت کے رستے میں حائل ہو اور فرمایا کہ جو قمیص مجھے خدا نے پہنائی ہے وہ مَیں اب کسی صورت میں اُتار نہیں سکتا۔ مگر افسوس کہ منکرینِ خلافت احمدیہ کا پراپیگنڈا ایسی نوعیّت اختیار کر چکا تھا کہ ان پر کسی دلیل کا اثر نہیں ہوُا اور بظاہر حضرت خلیفہ اوّل کی بیعت کے اندر رہتے ہوئے انہوں نے خلافت کے خلاف اپنی خفیہ

کارروائیوں کو جاری رکھا لیکن حضرت خلیفہ اوّل کی تقریروں سے ایک عظیم الشان فائدہ ضرور ہو گیا اور وہ یہ کہ جماعت کا کثیر حصہ خلافت کی اہمیت اور اسکی برکات اور اس کے خداداد منصب کو اچھی طرح سمجھ گیا اور ان گم گشتگانِ راہ کے ساتھ ایک نہایت قلیل حصہ کے سوا اور کوئی نہ رہا اور جب ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفہ اوّل کی وفات ہوئی تو بعد کے حالات نے بتا دیا کہ حضرت خلیفہ اوّل کی مسلسل اور ان تھک کوششوں نے جماعت کو ایک خطرناک گڑھے میں گرنے سے محفوظ کر رکھا ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل . . . . کے عہد کا یہ ایسا جلیل القدر کارنامہ ہے کہ اگر اس کے سوا آپ کے عہد میں کوئی اور بات نہ بھی ہوتی تو پھر بھی اس کی شان میں فرق نہ آتا" (سلسلہ احمدیہ صفحہ ۳۱۶ تا ۳۱۶)

○

کس طرح کے تم بشر ہو دیکھتے ہو صد نشاں
پھر وہی ضدّ و تعصب اور وہی کین و نقار
بات سب پوری ہوئی پر تم وہی ناقص رہے
باغ میں ہو کر بھی قسمت میں نہیں دیں کے ثمار
اُس زمانہ میں ذرا سوچو کہ میں کیا چیز تھا
جس زمانہ میں براہیں کا دیا تھا اشتہار
پھر ذرا سوچو کہ اب چرچا مرا کیسا ہوا
کس طرح سرعت سے شہرت ہو گئی در ہر دیار

(دُرِّ ثمین)

تصانیف حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل

- فصل الخطاب فی مسئلۃ فاتحۃ الکتاب ۱۸۷۹ء
- فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب ۱۸۸۸ء
- ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات
- تصدیق براہین احمدیہ ۱۸۹۰ء
- ابطالِ الوہیت مسیح ۱۸۹۰-۹۱ء
- ردّ تناسخ ۱۸۹۱ء
- تفسیر سورۃ جمعہ ۱۹۰۳ء
- درس القرآن ۱۹۰۹ء
- خطباتِ نور ۱۹۱۲ء
- حیاتِ نور الدین ۱۹۲۶ء
- تفسیر احمدی ۱۹۱۵ء
- روحانی علوم ۱۹۲۸ء
- خطوط جوابِ شیعہ و ردّ نسخِ قرآن ۱۹۰۱ء
- نور الدین بجواب ترکِ اسلام ۱۹۰۴ء
- دینیات کا پہلا رسالہ ۱۹۰۶ء
- مبادی الصرف والنحو ۱۹۰۶ء
- ترجمۃ القرآن پارہ اوّل مع تفسیری حواشی
- وفاتِ مسیح موعود ۱۹۰۸ء
- مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نور الدین ۱۳۳۱ ھج
- کلامِ امیر معروف بہ ملفوظاتِ نور ۱۹۱۸ء
- مجرباتِ نور الدین (۳ جلدیں) ۱۹۰۹ء
- اصل بیاض نور الدین ۱۹۲۸ء

(ماخوذ از حیاۃِ نور صفحہ ۷۳۹ تا صفحہ ۷۴۴)

حضرت الحاج مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل کی زندگی کے ہر عمل اور اس کی ہر جھلک سے خدائی شان نظر آتی تھی۔ عشقِ خدا آپ کی سیرت کا ممتاز ترین پہلو تھا۔

آپ کا خدا تعالیٰ سے ایسا ذاتی تعلق تھا گویا کہ وہ آپ کا انتہائی عزیز محبوب ہے۔ اور جس طرح ایک بیٹے کو اپنے باپ پر مان ہوتا ہے اسی طرح آپکو اپنے خدا پر مان تھا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

آپ کو اپنے خدا پر اتنا توکّل تھا کہ فرمایا کرتے تھے "میری آمدنی کا راز خدا نے کسی کو بتانے کی اجازت نہیں دی"۔

چنانچہ آپ کے "توکل علی اللہ" کے ہزاروں واقعات ہیں جن پر ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے لیکن اس وقت میں صرف چند واقعات پیش کروں گا خدا کرے کہ ہم سب بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل جیسا "توکل علی اللہ" اپنے اندر پیدا کر سکیں تا خدا تعالیٰ کا ہم سے بھی وہی سلوک ہو جو حضور سے تھا۔

—— (۱) ——

ایک دفعہ جب آپ بیمار ہو گئے تو شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے عرض کی کہ

"اگر پسند کریں تو حاذق الملک کو دہلی سے بلوایا جائے"۔

فرمایا:۔

"خدا پر توکّل کرو میرا بھروسہ نہ ڈاکٹروں پر ہے نہ حکیموں پر۔ میں تو اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی پر تم بھروسہ کرو"۔

—— (۲) ——

حضور فرماتے ہیں:۔

"جموں میں حاکم نام ایک ہندو پنساری تھا۔ وہ مجھ سے ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ ہر مہینہ میں آپ ایک سَو روپیہ پس انداز کر لیا کریں یہاں مشکلات پیش آجاتی ہیں۔ میں ہمیشہ یہی کہہ دیا کرتا ایسے خیالات کرنا اللہ تعالیٰ پر بدظنی ہے ہم پر انشاء اللہ تعالیٰ کبھی مشکلات نہیں آئیں گی جس دن میں وہاں سے علیحدہ ہوا ہوں اُس دن وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ آج شاید آپ کو میری نصیحت یاد آئی ہو گی میں نے کہا میں تمہاری نصیحت کو جیسا پہلے حقارت سے دیکھتا تھا آج بھی ویسا ہی حقارت سے دیکھتا ہوں۔ ابھی وہ مجھ سے باتیں کر ہی رہا تھا کہ خزانہ سے ۴۸۰ چار سَو اَسّی روپیہ میرے پاس آئے کہ یہ آپ کی اِن دنوں

کی تنخواہ ہے۔ اُس پنساری نے افسروں کو گالی دے کر کہا کہ کیا نور دین تم پر نالش تھوڑا ہی کرنے لگا تھا۔ ابھی وہ اپنے غصہ کو فرو نہ کرنے پایا تھا کہ ایک رانی صاحبہ نے میرے پاس بہت سا روپیہ بھجوایا اور کہا کہ اس وقت ہمارے پاس اس سے زیادہ روپیہ نہ تھا۔ یہ ہمارے جیب خرچ کا روپیہ ہے جس قدر اِس وقت موجود تھا سب کا سب حاضرِ خدمت ہے۔ پھر تو اس کا غضب بہت ہی بڑھ گیا۔ مجھ کو ایک شخص کا ایک لاکھ پچانوے ہزار روپیہ دینا تھا اس پنساری نے اس طرف اشارہ کیا کہ بھلا یہ تو ہوُا جن کا آپ کو قریباً دو لاکھ روپیہ دینا ہے وہ آپ کو بدوں اس کے کہ اپنا اطمینان کر لے کیسے جانے دیں گے۔ اتنے میں انہیں کا آدمی آیا اور بڑے ادب سے ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ میرے پاس ابھی تار آیا ہے میرے آقا فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب کو تو جانا ہے اُن کے پاس روپیہ نہ ہوگا اِس لئے تم اُن کا سب سامان گھر جانے کا کر دو اور جس قدر روپیہ کی ان کو ضرورت ہو دے دو اور اسباب کو اگر وہ ساتھ نہ لے جاسکیں تو تم اپنے اہتمام سے بحفاظت پہنچوا دو۔ مَیں نے کہا مجھ کو روپیہ کی ضرورت نہیں خزانہ سے بھی روپیہ آگیا ہے اور ایک رانی نے بھی بھیج دیا ہے میرے پاس روپیہ کافی سے بھی زیادہ ہے اور اسباب مَیں سب ساتھ ہی لے جاؤں گا ..... وہ ہندو پنساری کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ پرمیشروں کے یہاں بھی کچھ لحاظ داری ہی ہوتی ہے۔ ہم لوگ صبح سے لے کر شام تک کیسے کیسے دُکھ اُٹھاتے ہیں تب کہیں بڑی دِقّت سے روپیہ کا مُنہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ بھلا اور تو ہوُا اس احمق کو دیکھو اپنے روپیہ کا مطالبہ تو نہ کیا اور دینے کو تیار ہو گیا۔ مَیں نے کہا خدا تعالیٰ دلوں کو جانتا ہے ہم اس کا روپیہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت ہی جلد ادا کر دیں گے۔ تم ان بھیدوں کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔"

(۳)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:۔

"حضرت خلیفۃ المسیح (اوّل) کو دیکھ لو انہیں جو ضرورت ہو اس وقت پوری ہو جاتی ہے اور کوئی روک یا دیر نہیں ہوتی۔ ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب تمہیں ضرورت ہو ہم دیں گے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے میرے سامنے ایک آدمی آیا اُس نے دو سو روپیہ بطور امانت دو سال کے لئے دیا اور کہا کہ مَیں دو سال کے بعد آکر آپ سے لے لوں گا..... ایک شخص جس نے جناب سے ایک سو روپیہ قرض مانگا ہوُا تھا وہ بھی پاس ہی بیٹھا ہوُا تھا آپ نے ایک سو اُسے دے دیا اور رسید لے کر اس تھیلی میں رکھ لی اور تھیلی روپوں کی گھر بھجوا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہی امانت رکھوانے والا پھر آیا اور کہا کہ میرا ارادہ بدل گیا ہے وہ روپے آپ مجھے دے دیں۔ آپ نے فرمایا "کب جاؤ گے"۔ اس نے کہا "ایک گھنٹے کو"۔ آپ نے فرمایا "اچھا تم یکہ وغیرہ کرو اور ایک گھنٹہ کو آکر مجھ سے روپیہ لے لینا"۔ مَیں اس وقت آپ کے پاس ہی بیٹھا تھا، آپ نے فرمایا۔ "دیکھو انسان پر بھروسہ کرنا کیسی غلطی ہے۔ مَیں نے غلطی کی خدا نے بتلا دیا کہ دیکھو تم نے غلطی کی اب دیکھو میرا مولیٰ میری

کیسے مدد کرتا ہے۔" وہ ایک سو روپیہ ایک گھنٹے کے اندر اندر آپ کو مل گیا اور آپ نے اُسے دے دیا۔"

(۴)

قریشی امیر احمد صاحب بھیروی بیان کرتے ہیں :۔

"ہمارے سامنے حضرت خلیفہ اوّل کی خدمت میں شیخ محمد چٹھی رساں کتابوں کا ایک وی۔ پی (V.P.) لایا جو سولہ روپے کا تھا۔ حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا کہ "یہ کتابیں مجھے بہت پیاری ہیں اور مَیں نے بڑے شوق سے منگوائی ہیں لیکن اب ان کی قیمت میرے پاس نہیں ہے لیکن میرے مولیٰ کا میرے ساتھ ایسا معاملہ ہے کہ سولہ روپے آئیں گے اور ابھی آئیں گے۔" چنانچہ ابھی ہم بیٹھے ہی تھے کہ ایک ہندو اپنا ایک بیمار لڑکا لے آیا۔ حضرت نے نسخہ لکھ دیا۔ ہندو ایک اشرفی اور ایک روپیہ رکھ کر چل دیا۔ آپ نے اُسی وقت سجدۂ شکر کیا اور فرمایا کہ

"مَیں اپنے مولیٰ پر قربان جاؤں کہ اس نے تمہارے سامنے مجھے شرمندہ نہیں کیا۔ اگر یہ شخص مجھے کچھ بھی نہ دیتا تو میری عادت ہی مانگنے کی نہیں۔ پھر ہو سکتا تھا کہ وہ صرف ایک روپیہ دیتا یا اشرفی ہی دیتا مگر میرے مولیٰ نے اُسے مجبور کیا کہ میرے **نورالدین کو سولہ روپے کی ضرورت ہے اِس لئے اشرفی کے ساتھ روپیہ بھی ضرور رکھو۔"**

(۵)

مولوی محمد جی صاحب فاضل ہزاروی سے روایت ہے کہ :۔

"ایک دن عبدالحی عرب نے کہا "مَیں نے چالیس روپے قرض دینے ہیں۔" آپ نے فرمایا "آج سے پندرھویں دن لے لیں۔" جب وقت آیا اتوار کا دن تھا کوئی منی آرڈر نہ پہنچا نہ کہیں سے روپیہ آیا۔ شام کے قریب حضرت خلیفہ اوّل اپنا کوٹ اور واسکٹ لٹکا کر وضو کے لئے گئے۔ عبدالحی صاحب نے آپ کا کوٹ اور واسکٹ کی جیبیں دیکھیں اور خالی پائیں مگر جب وضو کر کے واپس آئے تو کوٹ واسکٹ پہنا اور چالیس روپے عبدالحی کو

اولاد کے لئے دُعائیں کریں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں :۔

"بچوں کو مارنا اچھا نہیں۔ اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ بھی آیا ہے۔ جب شریعت نے ان کو مکلّف نہیں کیا تو ہم کون جو مکلّف کر دیں۔ اولاد کے نیک بنانے کیلئے دعائیں کریں۔ میری اور میرے بہن بھائیوں کی تربیت زدوکوب کے ذریعہ سے نہیں ہوئی۔ میرے والدین ہم سب پر اور بالخصوص مجھ پر بہت ہی زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ ہماری تعلیم کے لئے وہ کبھی بڑے سے بڑے خرچ کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ مَیں نے اپنے والد یا والدہ سے کبھی کوئی گالی نہیں سُنی۔ والدہ صاحبہ جن سے ہزاروں لڑکوں اور لڑکیوں نے قرآن شریف پڑھا ہے وہ اگر کسی کو گالی دیتی تھیں تو یہ گالی دیتی تھیں "محروم نہ جاویں" یا "نامحروم"۔

(مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۷۲، ۱۷۳)

نکال کر دیئے۔ عبدالحی نے ہنسنا شروع کیا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ عبدالحی صاحب نے کہا تھا کہ یونہی کہا کرتے ہیں کہ ہماری ضرورت پوری ہو جایا کرتی ہے آج تو خالی ہی رہے۔ حضرت خلیفہ اوّل بھی مسکرائے اور فرمایا:-

"مجھ سے اللہ تعالیٰ کا خاص معاملہ ہے جس سے کوئی واقف نہیں"۔

(۶)

اللہ تعالیٰ کے "اس خاص معاملہ کا" ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔ ۱۹۰۳ء یا ۱۹۰۴ء کی بات ہے جب آپ حضرت مسیح موعود کے ساتھ کرم دین صاحب والے مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ انہی دنوں کا واقعہ مکرم ملک بشیر علی صاحب کنجاہی نے بیان کیا ہے آپ بیان کرتے ہیں کہ:-

"میں حیدر آباد دکن میں قریباً تیرہ برس تک رہا اور وہاں ٹھیکیداری کا کام کرتا رہا ہوں۔ میرے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کے ساتھ بڑے گہرے تعلقات تھے اور ہم دونوں مدت تک اکٹھے رہتے رہے۔ ایک دفعہ حضرت عرفانی صاحب نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود گورداسپور ایک مقدمہ کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے حضرت مسیح موعود نے وہاں سے کہلا بھیجا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب فوراً پہنچ جائیں چنانچہ میں اور مولوی صاحب دو بجے بعد دوپہر یکہ پر بیٹھ کر بٹالہ کی طرف چل پڑے۔ شیخ صاحب نے مجھے کہا کہ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت مولوی صاحب کہا کرتے ہیں کہ "خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ میں اگر جنگل بیابان میں بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ مجھے رزق پہنچائے گا اور میں کبھی بھوکا نہیں رہوں گا"۔ آج بے وقت چلے ہیں پتہ لگ جائے گا کہ رات کو ان کے کھانے کا کیا انتظام ہوتا ہے۔ بٹالہ میں مقامی جماعت کی طرف سے ایک مکان بطور مہمان خانہ ہوا کرتا تھا اس میں ہم دونوں چلے گئے۔ حضرت مولوی صاحب وہاں ایک چارپائی پر لیٹ گئے اور کتاب پڑھنے لگ گئے۔ اس وقت اندازاً شام کے چھ بجے کا وقت ہو گا اچانک ایک اجنبی شخص آیا اور کہنے لگا "میں نے سنا ہے کہ آج مولوی نورالدین صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں وہ کہاں ہیں؟" میں نے کہا "وہ یہ لیٹے ہوئے ہیں" کہنے لگا "حضور! میری ایک عرض ہے آج شام کی دعوت میرے ہاں قبول فرمائیے۔ میں ریلوے میں ٹھیکیداری کرتا ہوں اور میری بیلسٹ ٹرین کھڑی ہوئی ہے اور میں نے امرتسر جانا ہے میرا ملازم حضور کے لئے کھانا لے آئے گا۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا "بہت اچھا"۔ چنانچہ شام کے وقت اس کا ملازم کھانا لے کر حاضر ہوا اور ہم نے کھا لیا۔ شیخ صاحب کہنے لگے میرے دل میں خیال آیا کہ ان کی بات تو صحیح ہو گئی اور انہیں خدا نے واقعہ میں کھانا بھجوا دیا۔

چونکہ گاڑی رات دس بجے کے بعد چلتی تھی میں نے حضرت مولوی صاحب سے عرض کیا کہ "اندھیرا

ہو رہا ہے پھر مزدور نہیں ملے گا ہم کسی مزدور کو بُلا لیتے ہیں اور اسٹیشن پر پہنچ جاتے ہیں وہاں ویٹنگ روم میں ہم آرام کرلیں گے۔" حضرت مولوی صاحب نے فرمایا "بہت اچھا" چنانچہ مَیں نے ایک مزدور بُلایا ...... اور وہ ہم دونوں کے بستر لے کر اسٹیشن پر پہنچ گیا چونکہ گاڑی رات کے دس بجے کے بعد آتی تھی مَیں نے آپکا بستر کھول دیا تاکہ حضرت مولوی صاحب آرام فرمالیں جب مَیں نے بستر کھولا تو اللہ تعالیٰ اِس بات کا گواہ ہے کہ اس کے اندر سے ایک کاغذ میں لپٹے ہوئے دو پراٹھے نکلے جن کے ساتھ قیمہ رکھا ہوا تھا مَیں سخت حیران ہوُا اور مَیں نے دل میں کہا لو بھئی وہ کھانا بھی ہم نے کھالیا اور یہ خدا کی طرف سے اَور کھانا بھی آ گیا کیونکہ اس کھانے کا ہمیں مطلق علم نہیں تھا مَیں نے حضرت مولوی صاحب سے عرض کیا کہ حضور "جب ہم قادیان سے چلے تھے تو چونکہ اچانک اور بے وقت چلے تھے مَیں نے دل میں سوچا کہ آج ہم دیکھیں گے کہ مولوی صاحب کو کھانا کہاں سے آتا ہے۔ سو پہلے آپ کی دعوت ہوگئی اور اب یہ پراٹھے بستر سے بھی نکل آئے ہیں۔" حضرت مولوی صاحب نے فرمایا :-

"شیخ صاحب! اللہ تعالیٰ کو آزمایا نہ کرو اور خدا سے ڈرو۔ اس کا میرے ساتھ خاص معاملہ ہے۔"

کاش کہ ہم بھی حضرت مولوی صاحب جیسا رنگ اپنے اندر پیدا کرلیں اور ہم بھی خدا تعالیٰ سے اس طرح لَو لگالیں کہ ہم خدا کے ہو جائیں اور وہ ہمارا ہو جائے اور ہم حضرت اقدس مسیح موعود کے اِس شعر کے مصداق بن جائیں ؎

چہ خوش بُودے اگر ہر یک زاُمت نورِ دیں بُودے
ہمیں بُودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بُودے

پَودے اور مرید

جلسہ سالانہ ۱۹۲۵ء کے موقع پر حضرت مفتی (محمد صادق) صاحب نے جو تقریر "ذکر حبیب" پر فرمائی اس میں یہ لطیفہ بھی بیان کیا کہ "۱۹۰۵ء میں زلزلہ کی پیشگوئی کی بنا پر ہم لوگ حضرت صاحب کے باغ میں چلے گئے تھے۔ باغ کا انتظام حضرت میر ناصر نواب کے ہاتھ میں تھا اور حضرت میر صاحب نے حال میں وہاں چند چھوٹے چھوٹے پَودے لگوائے تھے جنہیں لوگوں کے اِدھر اُدھر پھرنے سے نقصان پہنچنے کا احتمال تھا اور حضرت میر صاحب اس سے ناراض ہوتے تھے۔ ایک دن حضرت خلیفہ اوّل اور مولوی عبدالکریم اور کئی دوست ایک جگہ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں حضرت میر صاحب بھی آ گئے اور آتے ہی فرمانے لگے کہ ہم نے چند پَودے باغ میں بڑی احتیاط سے لگائے تھے جو لوگوں کی بے احتیاطی سے اب خراب ہوجائیں گے۔ حضرت خلیفہ اوّل نے بے ساختہ جواب دیا کہ "میر صاحب! آپ کو اپنے پَودے پیارے ہیں اور مرزا کو اپنے مرید پیارے ہیں"۔ (لطائفِ صادق)

حضرت مولانا نورالدین کا مقام

جناب راجہ نذیر احمد ظفر ربوہ

مٹ نہیں سکتا تصوّر سے وہ نقشِ دلنشیں
وہ مُحبّ مہدیٔ آخر زماں وہ نورِ دیں

جس کی ہمّت سے عیاں کون و مکاں کی وسعتیں
وہ خودی کا آسماں وہ عجز و طاعت کی زمیں

چشمہ ہائے علم و حکمت جس کے ہونٹوں سے رواں
جس کے دل میں موجزن تھا ایک دریائے یقیں

جس کی خاطر مائدہ نازل ہوا صبح و مسا
ظاہری اسباب سے بالا رہا جس کا یقیں

طائرِ دل گو رہا خود بے نیازِ آشیاں
لیک یارِ بے مکاں اس میں رہا ہر دم مکیں

شاہ تھے پر فقر سے رکھتے تھے ہمّت کو بلند
ہیچ تھی ان کی نظر میں رفعتِ چرخِ بریں

عُسر ہو یا یُسر ہو سب خوب تھا اُن کیلئے
حسنِ رؤیت کا کرشمہ تھا کہ تھی ہر شئے حسیں

بختیار و بے نوا اُن کی نظر میں ایک تھا
کوئی بے مایہ ظفر سا ہو کہ ہو فغفورِ چیں

نورِ حُسنِ یار تھا طلعت سے عاشق کی عیاں
داغِ مہ بھی جس سے شرمائے وہ تھا داغِ جبیں

•●•

(ماہنامہ الفرقان اپریل ۱۹۶۶ء)

قالین
خواہ گھر کیلئے ہو یا دفتر کیلئے
ہاتھ کا بنا ہو یا مشین کا،
سُوتی ہو یا اُونی
غرضیکہ ہر قسم کے قالینوں کی دھلائی کیلئے
ہماری خدمات حاضر ہیں
میسرز طارق کارپٹ لمیٹڈ
ایکسپورٹرز اینڈ امپورٹرز
۳۲ ڈیوس روڈ لاہور ۵
فون نمبر ۳۰۴۶۸۷

"جب صوفی ترقی کرتا ہے تو نور الدین بنتا ہے"

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل غیروں کی نظر میں

تنویر احمد شاہد - ربوہ

جماعتِ احمدیہ میں حضرت مسیح موعود کے بعد سب سے بلند مقام حضرت مولانا نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کا ہے جو اوّل المبایعین تھے اور پوری وفا کے ساتھ بیعت کے تقاضوں کو نبھاتے رہے مگر جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے اور یہی حق کی علامت ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو دشمنوں اور مخالفوں سے بھی منوا لیتا ہے اور خصوصاً غیر متعصب اہلِ نظر اور صاحبِ بصیرت افراد تو واشگاف الفاظ میں اس کو بیان کرتے ہیں اور عقائد کے اختلاف سے قطع نظر اس حسن کا اقرار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

حضرت خلیفہ اوّل کی زندگی میں بھی اور وصال کے بعد بھی غیروں نے آپ کے متعلق جن تاثرات کا اظہار کیا وہ بذاتِ خود احمدیت کی صداقت کا زندہ ثبوت بن چکے ہیں۔

چنانچہ جب پادری مارٹن کلارک نے حضرت مسیح موعود کے خلاف مقدمہ قتل دائر کیا تو اس مقدمہ میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی شہادت بھی لی گئی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے صاحب عدالت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مسٹر ڈگلس کے ریڈر راجہ غلام حیدر صاحب لکھتے ہیں:۔

"مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی شہادت سے قبل مولانا نور الدین صاحب کی شہادت ہوئی۔ انکی سادہ ہیئت یعنی ڈھیلی ڈھالی سی بندھی ہوئی پگڑی اور کرتے کا گریبان کھلا ہوا اور شہادت ادا کرنے کا طریق نہایت صاف اور سیدھا سادا ایسا مؤثر تھا کہ خود صاحب ڈپٹی کمشنر بہت متأثر ہوئے اور کہا کہ خدا کی قسم اگر یہ شخص کہے کہ میں مسیح موعود ہوں تو میں پہلا شخص ہوں جو اِس پر پورا پورا غور کرنے کے لئے تیار ہوں گا۔" (حیاتِ نور صفحہ ۲۲۶)

یہ رائے تو آپ کے حُسنِ ظاہری اور راستبازی کی بے پناہ کشش کا ایک نمونہ ہے۔ آپ کا سینہ علمِ رُوحانی سے منوّر تھا اور معارف کا ایک بحرِ بیکراں اس میں موجزن تھا۔

چنانچہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف والے جو ہزاروں انسانوں کے پیشوا تھے آپ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"ایں مولوی بلائیست کہ در ہندوستان
اُو را علامہ مے گویند۔"

(ترجمہ) یہ مولوی نور الدین وہ یگانۂ روزگار انسان ہے جسے ہندوستان میں علامہ کہتے ہیں۔ (اشاراتِ فریدی جلد ۳ صفحہ ۴۴)

اور یہ امر واقعہ ہے کہ آپ علم کا مینار اور معرفت کی علامت بن چکے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جبکہ آپ کی سرسید احمد خاں سے خط و کتابت تھی۔ آپ نے انہیں خط لکھا اور پوچھا کہ جاہل علم پڑھ کر عالم بنتا ہے اور عالم ترقی کرکے حکیم ہو جاتا ہے۔ حکیم ترقی کرتے کرتے صوفی بن جاتا ہے مگر جب صوفی ترقی کرتا ہے تو کیا بنتا ہے؟ اس کا جواب سرسیدؒ نے یہ دیا کہ جب صوفی ترقی کرتا ہے تو نورالدین بنتا ہے۔

(بدر ۶ رمئی ۱۹۰۹ء، لطائفِ صادق ص۹)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے ۱۸۹۳ء میں انجمن حمایتِ اسلام کے سالانہ جلسہ میں ایک بصیرت افروز لیکچر دیا اور یہیں آپ سے مشہور مسلم مشنری مولوی حسن علی صاحب مونگھیری کی ملاقات بھی ہوئی۔ انہوں نے واپسی پر آپ کے بارہ میں اپنے یہ تأثرات قلمبند فرمائے:۔

"۱۸۹۳ء میں انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے سالانہ جلسے میں مجھ کو شریک ہونے کا اتفاق ہوا یہاں پر مَیں اس عالم و مفسّرِ قرآن سے ملا جو اپنی نظیر سارے ہند کیا بلکہ دُور دُور تک نہیں رکھتا یعنی مولوی حکیم نورالدین صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مَیں ۱۸۸۷ء کے سفرِ پنجاب میں بھی حکیم صاحب ممدوح کی بڑی تعریفیں سُن چکا تھا۔ غرض حکیم صاحب نے انجمن کے جلسے میں قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت کرکے ان کے معنے اور مطالب کو بیان کرنا شروع کیا۔ کیا کہوں اِس بیان کا مجھ پر کیا اثر ہوا۔ حکیم صاحب کا وعظ ختم ہوا اور مَیں نے کھڑے ہو کر اتنا کہا کہ مجھ کو فخر ہے کہ مَیں نے اپنی آنکھوں سے اِتنے بڑے عالم اور مفسّر کو دیکھا اور اہلِ . . . کو جائے فخر ہے کہ ہمارے درمیان اِس زمانے میں ایک ایسا عالم موجود ہے"۔

(تاریخ احمدیت جلد ۴ ص۱۴۷ بحوالہ تائیدِ حق ص۶۷)

مولانا عبیداللہ صاحب سندھی علامہ اقبال کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپ کو معلوم نہیں کہ مَیں مولانا نورالدین مرحوم کی خدمت میں کس طرح حاضر ہوا۔ آپ مولانا محمد علی صاحب اور مولانا صدرالدین صاحب سے دریافت کر سکتے ہیں کہ مولانا مرحوم میرے متعلق کیا خیال رکھتے تھے اُن کی دعاؤں کو مَیں اپنے لئے ایک ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔ محض اِس وجہ سے میرے دیوبندی کشمیری دوستوں نے میری تکفیر سے گریز نہیں کیا مگر میری محبت اِس پارٹی سے کم نہیں ہوئی"۔

آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:۔

"مولانا نورالدین کو علماء . . . میں بہت بڑے درجہ پر مانتا ہوں ..... اِس لئے میں مولانا نورالدینؒ کے خاص شاگردوں کی بہت عزت کرتا ہوں"۔

(مولانا کے سیاسی مکتوبات بنام ڈاکٹر علامہ محمد اقبال ص۴۵، ص۴۷)

آپ کی علمی قابلیتوں کو سراہتے ہوئے الہلال کے ایڈیٹر مولوی ابوالکلام آزاد نے لکھا:۔

"حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی ثمّ قادیانی وہ علامۂ دہر تھے جن کی ساری عمر قرآن شریف

کے پڑھنے اور پڑھانے میں گزری اور ہر مذہب و ملت . . . کا رد آپ نے آیاتِ قرآنیہ سے کیا۔ آپ کے پاس علمِ تفسیر کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔"

(الہلال ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء)

ایک غیر احمدی صحافی . . . محمد اسلم صاحب

چند دن قادیان میں رہے اور جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے بارہ میں جو رائے قائم کی اور جو بیان دیا وہ ذیل میں درج ہے :-

"مولوی نورالدین صاحب جو بوجہ مرزا صاحب کے خلیفہ ہونے کے اِس وقت احمدی جماعت کے مسلّمہ پیشوا ہیں جہاں تک مَیں نے دو دن ان کی مجالسِ وعظ و درس قرآن شریف میں رہ کر ان کے کام کے متعلق غور کیا مجھے وہ نہایت پاکیزہ اور محض خالصۃً للہ کے اصول پر نظر آیا کیونکہ مولوی صاحب کا طرزِ عمل قطعاً ریاء و منافقت سے پاک ہے اور ان کے آئینۂ دل میں صداقت . . . کا ایک ایسا زبردست جوش ہے جو معرفتِ توحید کے صاف چشمے کی وضع میں قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر کے ذریعے ہر وقت انکے بے ریاء سینے سے اُبل اُبل کر تشنگانِ معرفتِ توحید کو فیضیاب کر رہا ہے۔ اگر حقیقی . . . قرآن مجید ہے تو قرآن مجید کی صادقانہ محبّت جیسی کہ مولوی صاحب موصوف میں مَیں نے دیکھی ہے اور کسی شخص میں نہیں دیکھی۔ یہ نہیں کہ وہ تقلیداً ایسا کرنے پر مجبور ہیں نہیں بلکہ وہ ایک زبردست فیلسوف انسان ہے اور نہایت ہی زبردست فلسفیانہ تنقید کے ذریعہ قرآن مجید کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہے کیونکہ جس قسم کی زبردست فلسفیانہ تفسیر مَیں نے اِن سے درسِ قرآن مجید کے موقع پر سُنی ہے غالباً دُنیا میں چند آدمی ایسا کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں گے ...... اپنے فرض کی ادائیگی میں اُسے خیر القرون کے قدسی صفت . . . کا پورا پیرو کہنے میں اگر منافقت کروں تو یقیناً مَیں صداقت کا خون کرنے والا ہو جاؤں۔

مولوی صاحب کے تمام حرکات سکنات میں . . . کی سادگی اور بے تکلّفی کی شان پائی جاتی ہے۔ اس نے نہ اپنے لئے کوئی تمیزی نشان مجلس میں قائم کر رکھا ہے نہ کسی امیر و غریب کے لئے اور نہ تسلیم و کورنش اور قدمبوسی جیسی پیر پرستی کی لعنت

کو وہاں جگہ دی گئی ہے۔" (بدر ۱۳ر مارچ ۱۹۱۳ء)

جماعتِ احمدیہ کے مشہور معاند مولوی ظفر علی خان صاحب نے آپ کی وفات پر آپ کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا:۔

"مولوی حکیم نورالدین صاحب ...... ایک زبردست عالم اور جیّد فاضل تھے ..... مولانا حکیم نورالدین صاحب کی شخصیت اور قابلیت ضرور اِس قابل تھی جس کے فقدان پر تمام مسلمانوں کو رنج اور افسوس کرنا چاہیئے۔ کہا جاتا ہے کہ زمانہ سَو برس تک گردش کرنے کے بعد ایک باکمال پیدا کرتا ہے الحق اپنے تبحّر علم وفضل کے لحاظ سے مولانا حکیم نورالدین بھی ایسے ہی باکمال تھے افسوس کہ آج ایک زبردست عالم ہم سے جُدا ہو گیا۔"

(زمیندار ۱۹ر مارچ ۱۹۱۴ء)

منشی محمد الدین صاحب فوق نے لکھا:۔

"حکیم حافظ حاجی مولوی نورالدین صاحب جو بلحاظ عقائد جماعتِ احمدیہ کے خلیفۃ المسیح، بلحاظ علم و فضل ... کے مایۂ ناز اور بلحاظ ہمدردیٔ عوام انسانیت کے لئے مایۂ افتخار تھے کچھ عرصہ کی علالت کے بعد ۱۳ر مارچ کو بعد دوپہر دو بجے قادیان میں انتقال فرما گئے ہیں۔

مولوی نورالدین کی وفات پر احمدی اخبارات کے علاوہ تمام اخبارات نے باوجود ان کے مذہبی عقائد سے اختلاف رکھنے کے نہایت رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مولوی نورالدین جیسا قابل فرزند ہندوستان کے میں ایک عرصہ کے بعد پیدا ہو سکے گا۔"

(کشمیری میگزین ۲۱ر مارچ ۱۹۱۴ء)

حکیم عبدالکریم صاحب برہم کی رائے ملاحظہ ہو:۔

"احمدی سلسلہ میں یہ خلیفۃ المسیح اور عام طور سے ... اپنے تبحّر علمی اور زہد واتقاء کی خوبیوں سے نہایت محترم . . . . . . ان کی زندگی میں ہزارہا ایسے موقعے آئے کہ اُن کی آزمائش ہوئی جس میں انہوں نے صداقت کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جو جو فضل وکرم اور ثمرہ اعتماد و صبر انہیں بخشا تھا اُس کی تفصیل سوانح عمری میں پائی جاتی ہے جس سے دل پر نقش ہوتا ہے کہ وہ ایک سچے خدا پرست اور پکے موحد تھے اور ان کی زندگی ... پاک نمونہ پر بسر ہوئی۔ وہ صرف مذہبی پیشوا نہیں تھے بلکہ اعلیٰ درجہ کے طبیب بھی تھے اور اعلیٰ درجہ کی کتابوں کے فراہم کرنے اور خلق اللہ کو فائدہ پہنچانے کا خاص ذوق تھا۔"

("مشرق" گورکھپور ۱۷ر مارچ ۱۹۱۴ء)

میونسپل گزٹ تحریر کرتا ہے:۔

"مرحوم جیسا کہ زمانہ واقف ہے ایک بے بدل عالم اور زہد واتقاء کے لحاظ سے مرزائی جماعت کے لئے تو واقعی ایک پاکباز اور ستودہ صفات خلیفہ تھے لیکن اگر اُن کے مرزائیانہ مذہبی عقائد کو نظر انداز کر کے دیکھا جائے تو بھی وہ ہندوستان ... میں ٹھیک ایک عالم متبحر وجیّد فاضل تھے۔ کلام اللہ سے آپ کو جو عشق

تھا وہ غالباً بہت کم عالموں کو ہوگا اور جس طرح آپ نے عمر کا آخری حصہ احمدی جماعت پر صرف قرآنی حقائق و معارف آشکارا فرمانے میں گزارا بہت کم عالم اپنے حلقہ میں ایسا عمل کرتے ہوئے پائے جائیں گے۔ حکمت میں آپ کو ایک خاص دستگاہ تھی۔ . . . کے متعلق آپ نے نہایت تحقیق و تدقیق سے کئی کتابیں لکھیں اور معترضین کو دندان شکن جواب دیئے۔ بہر حال آپ کی وفات مرزائی جماعت کے لئے ایک صدمہ عظیم اور عام طور پر اہلِ اسلام کے لئے بھی کچھ کم افسوسناک نہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریقِ رحمت کرے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔"

(میونسپل گزٹ لاہور ۱۹ مارچ ۱۹۱۴ء)

الوداع اے نور الدین

"اُس کی جہاں پیما تارِ نظر ایک پُر جذب کمندِ حکمت تھی ..... بلاشبہ جس پُر خلوص ایثار اور شیفتہ پیوستگی کے ساتھ اُس نے اپنے ہادی کا ساتھ دیا اُس کی نظیر . . . کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی۔

مسیحا گر دوں نشیں ذات سے شائبہ مرگ کی وابستگی اور مہدی و عیسیٰ کے خصائص کا ایک ذات میں اجتماع ہندی اربابِ اسلام کے لئے آشوب شوریدگی اور احتجاج کا ایک تلخ پیام تھا ..... اُس پر گداز سوزش روحانی پر محوِ حیرت ہوں جس کے پُر تپش غلغلے میرے متحجر جذبات کو گریہ محبت سے آشنا کر گئے ہیں ..... نور الدین کی ذاتِ گرامی ہماری مادی نگاہوں سے مستور رہے لیکن مساحت گیتی پر اس کے نقشِ پا بدستور ثبت ہیں اور منزلِ استقامت کی طرف ہماری رہبری کر رہے ہیں لُطفِ اَزل اُس کی خاک پر عنبر بار ہو۔"

(رسالہ البلاغ ماہ جولائی ۱۹۱۴ء جلد ۱ ع ۲ ——— از مالیر کوٹلہ)

الٰہی غیرت

سیدنا نور الدین فرماتے ہیں:-

"میری ایک بہن تھیں ان کا ایک لڑکا تھا وہ ہیچیش کے مرض میں مُبتلا ہوا اور مر گیا۔ اس کے چند روز بعد مَیں گیا۔ میرے ہاتھ سے انہوں نے کسی ہیچیش کے مریض کو اچھا ہوتے ہوئے دیکھا، مجھ سے فرمانے لگیں کہ بھائی! تم اگر آ جاتے تو میرا لڑکا بچ ہی جاتا۔ مَیں نے ان سے کہا کہ تمہارے ایک لڑکا ہوگا اور میرے سامنے ہیچیش کے مرض میں مُبتلا ہو کر مرے گا۔ چنانچہ وہ حاملہ ہوئیں اور ایک بڑا خوبصورت لڑکا پیدا ہوا۔ پھر جب وہ ہیچیش کے مرض میں مُبتلا ہوا اُن کو میری بات یاد تھی مجھ سے کہنے لگیں کہ اچھا دُعا ہی کرو۔ مَیں نے کہا کہ خدا تعالیٰ آپ کو اِس کے عوض میں ایک اور لڑکا دے گا لیکن اِس کو تو اَب جانے ہی دو چنانچہ وہ لڑکا فوت ہو گیا اور اس کے بعد ایک اور لڑکا پیدا ہوا جو زندہ رہا اور اب تک زندہ بر سرِ روزگار ہے۔ یہ الٰہی غیرت تھی۔"

(مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۷۷، ۱۷۸)

رپورٹ کارگذاری پہلا یورپین اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ

زیرِ اہتمام مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ منعقدہ مورخہ ۲۷، ۲۸، ۲۹ جولائی ۱۹۸۴ء

بمقام ہیتھ لینڈ سکول ہنسلو

مرتبہ: مکرم مرزا عبد الرشید صاحب معتمد مجلس خدام الاحمدیہ انگلستان

مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ کے زیرِ اہتمام پہلا یورپین اجتماع مورخہ ۲۷، ۲۸، ۲۹ جولائی ۱۹۸۴ء بمقام ہیتھ لینڈ سکول ہنسلو نہایت کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا جس میں برطانیہ کے علاوہ گیارہ یورپین ممالک سے ایک ہزار خدام و اطفال نے شرکت کی۔ اِس اجتماع کی مختصر رپورٹ پیشِ خدمت ہے:۔

اِس اجتماع کے پروگرام اور اِنتظامات کے سلسلہ میں مکرم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد امیر و مشنری انچارج برطانیہ نے ایک اجتماع کمیٹی کی تشکیل فرمائی جس نے تقریباً ۵ ماہ تک اجتماع سے قبل تیاری کے علاوہ پروگرام کی اشاعت اور اجتماع کے لئے موزوں جگہ کی تلاش اور تاریخوں کے تعیّن کے لئے کام کیا۔ اِس سلسلہ میں جملہ شعبوں کے اجلاسات کے علاوہ پوری کمیٹی پر مشتمل ۱۶ اجلاسات منعقد کئے گئے۔ اِس کمیٹی کے چیئرمین مکرم محمد اسلم جاوید صاحب نیشنل قائد مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ تھے۔ ناصر احمد صاحب وارڈ سیکرٹری اجتماع اور ۲۹ دوسرے ناظمین و نائب ناظمین شعبہ جات نے معاونین سمیت ان کا بھرپور ہاتھ بٹایا۔

پروگرام کی تیاری اور اس کی اشاعت کے لئے مکرم محمد اسلم جاوید صاحب نیشنل قائد مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ نے ایک پروگرام کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیٹی نے بڑی محنت سے پروگرام مرتب کیا اور مکرم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد کی منظوری سے شائع کر کے مجالسِ انگلستان اور یورپین ممالک کو بھجوایا۔ مکرم شیخ عبد الرحمٰن صاحب نے بڑی محنت سے سونیئر (SOUVENIR) کی تیاری کے لئے کام کیا اور اپنے خرچ پر اس کی ۵۰۰ کاپیوں کی اشاعت کے لئے ذمہ داری قبول کی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

مقامِ اجتماع کے حصول کے لئے بھی ایک کمیٹی نے بہت سے سکولوں اور اداروں سے رابطہ قائم کیا اور فیصلہ یہ ہوا کہ ہیتھ لینڈ سکول ہی کو مقامِ اجتماع کے طور پر استعمال کیا جائے۔ اس سلسلہ میں سکول کے CARETAKER کا تعاون قابلِ ذکر ہے جنہوں نے تقریباً سارا سکول ہی ہمارے حوالے کر دیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ مکرم منصور بیگ مرزا صاحب نے مقامِ اجتماع گراؤنڈز، اسمبلی ہال، اور اطفال کے لئے کمروں کو بینروں کے ساتھ بہت خوبصورتی کے ساتھ سجایا۔ آپ کے معاونین

نے دن رات کام کر کے اِس فریضہ کو سرانجام دیا۔

خدام کی آمد و استقبال:

۲۶ جولائی بروز جمعرات سے مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بیرونی ممالک سے آنے والے مہمانوں کا استقبال کیا گیا اور لندن مشن کے علاوہ مشن کے قریب گھروں میں رہائش کا اِنتظام کیا گیا۔ اِسی طرح خدام کو مقامِ اجتماع میں لے جانے اور وہاں سے واپس لانے کے لئے ۔ اکاروں اور ۳ عدد منی بسوں کا اِنتظام بھی کیا گیا۔ اجتماع میں شامل ہونے والے تمام خدام، اطفال، انصار اور زائرین مہمانوں وغیرہ کی رجسٹریشن لندن مشن اور دفتر استقبال مقامِ اجتماع پر تینوں دن کی گئی۔ کسی خادم یا طفل کو اجتماع کے دَوران گھر جانے کی اجازت نہیں تھی۔

پہلا دن ۲۷ جولائی ۱۹۸۴ء بروز جمعۃ المبارک

صبح ۱/۲-۱۰ سے ۱۲ بجے تک رجسٹریشن اور اِنتظامات کا جائزہ مکرم محمد اسلم صاحب جاوید نیشنل قائد مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ نے لیا۔ تمام خدام و اطفال نے نماز جمعہ بیت الفضل لندن میں ادا کی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اجتماع خدام الاحمدیہ کی وجہ سے نماز جمعہ و عصر جمع کرائیں۔ نمازوں کے بعد خدام و اطفال بسوں، ویگنوں اور کاروں کے ذریعہ مقامِ اجتماع ہیتھ لینڈ سکول ہنسلو کے لئے روانہ ہوئے۔

افتتاح و اجلاس اوّل:

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بے پناہ مصروفیات کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے لیکن حضور ایدہ اللہ کے ارشاد پر مکرم مولانا مسعود احمد صاحب جہلمی وکیل التبشیر نے بطور نمائندہ حضور ایدہ اللہ شرکت فرمائی

سب سے پہلے پرچم کشائی کی تقریب عمل میں آئی۔ تمام فضاء نعرہ ہائے تکبیر اللہ اکبر سے گونج اُٹھی۔ بعدہٗ تمام خدام و اطفال بڑے اسمبلی ہال میں تشریف لے گئے۔ اجلاس کی کارروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی جو مکرم ایوب ندیم صاحب نے کی۔ بعدہٗ مکرم مرزا عبد الباسط صاحب نے حضرت مسیح موعود کی نظم بڑی خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ مکرم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد نائب صدر خدام الاحمدیہ برطانیہ نے خدام کا عہد دوہرایا اور اجتماع میں آنے والے تمام خدام کو خوش آمدید کہتے ہوئے نہایت احسن پیرائے میں اجتماع منعقد کرنے کے مقاصد پر روشنی ڈالی اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اِس اجتماع کو ہر لحاظ سے کامیاب کرے۔ آمین

افتتاحی خطاب:

محترم مولانا مسعود احمد صاحب جہلمی نے خدام سے خطاب کرتے ہوئے کہا الحمد للہ کہ خدام الاحمدیہ کے اجتماعات میں شامل ہونے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور مرکز سلسلہ میں منعقد ہونے والے اجتماعات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ اب یہ اجتماعات جلسہ سالانہ کی طرح ہوتے ہیں یعنی ان میں شرکت کرنے والوں کی تعداد خدا کے فضل سے بہت زیادہ ہوتی ہے زیادہ تر خدام سائیکلوں پر سفر کر کے دُور و نزدیک سے آتے ہیں۔ تمام خدام خیموں میں رہتے ہیں ان کے پاس مختصر سامان ہوتا ہے۔ سادہ خوراک کھاتے ہیں اور اس طرح وہ ایک نئے تجربہ سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ آپ نے امید ظاہر کی کہ انگلستان میں بھی ان اجتماعات کی حاضری بڑھ جائے گی۔ محترم جہلمی صاحب کی تقریر کے دَوران ہنسلو کے میئر اور میئرس بھی بطور مہمان شامل تھے۔ آپ کی تقریر کے بعد میئر نے مختصر تقریر کی اور اجتماع میں شمولیت کی

دعوت کا شکریہ ادا کیا۔ ان معزز حضرات نے ورزشی مقابلہ جات بھی دیکھے۔ اس کے بعد مہمانوں کی خدمت میں قرآن کریم کا تحفہ محترم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد نے پیش کیا۔

سات بجے شام مقابلہ جات ختم ہوئے اور خدام و اطفال بڑی تنظیم کے ساتھ لندن مشن واپس آگئے۔ شام کے کھانے کے بعد مغرب وعشاء کی نمازیں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائیں بعدہٗ مجلسِ عرفان میں حضور ایدہ اللہ رونق افروز ہوئے اور خدام کی طرف سے کئے گئے دینی و علمی سوالات کے جوابات عطا فرمائے رات ½ ۱۰ بجے مجلسِ عرفان اختتام پذیر ہوئی۔

دوسرا دن ۲۸ جولائی ۱۹۸۴ء بروز ہفتہ

نمازِ تہجد ادا کی گئی۔ نمازِ فجر کے بعد مکرم مبارک احمد صاحب ساقی مربی سلسلہ نے درس قرآن مجید اور مکرم بشیر احمد آرچرڈ صاحب مربی سلسلہ نے درسِ حدیث دیا۔

تمام خدام و اطفال کو ناشتہ محمود ہال میں دیا گیا۔ ½ ۷ بجے صبح تمام خدام مقامِ اجتماع کے لئے روانہ ہوئے۔ ½ ۸ بجے ہیتھ لینڈ سکول ہنسلو میں مقابلہ جات فٹ بال، دوڑ ۱۰۰×۴ میٹر اور رسہ کشی شروع ہوئے۔

اجلاس دوم:- ½ ۱۱ بجے اجلاس کی کارروائی تلاوتِ قرآن سے شروع ہوئی جو مکرم عبدالوہاب بٹ صاحب آف ڈنمارک نے کی۔ بعدہٗ مکرم سید فضل احمد صاحب (سابق آئی جی بہار) نے کتب حضرت مسیح موعود سے درس دیا۔

ازاں بعد تقریری مقابلہ جات شروع ہوئے جن میں ۶۶ خدام نے حصہ لیا۔ تقریری مقابلہ جات کے بعد طعام اور ظہر وعصر کی نمازوں کے لئے وقفہ ہوا۔ نمازیں مکرم محمد اسلم صاحب جاوید نے پڑھائیں اس کے بعد خدام اسمبلی ہال میں تشریف لے آئے۔

اجلاس سوم:- تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد محترم عطاء المجیب صاحب راشد امیر و مشنری انچارج برطانیہ نے اپنے خطاب میں خدام و اطفال پر صحبتِ صالحین کی اہمیت اور برکات کو واضح فرمایا۔ آپ کے خطاب کے بعد مکرم سید عبدالحی شاہ صاحب نے تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر کے بعد مقابلہ نظم منعقد ہوا جس میں ۵۰ خدام نے حصہ لیا۔ ۴ بجے شام فٹ بال اور رسہ کشی کے مقابلے ہوئے۔ اسی دوران پیغام رسانی اور بعد میں عام و دینی معلومات کا مقابلہ ہوا۔ اس کے بعد تمام خدام و اطفال بیت الفضل لندن تشریف لے گئے جہاں شام کے کھانے کے بعد مغرب وعشاء کی نمازوں اور مجلسِ عرفان میں شامل ہوئے۔

تیسرا دن ۲۹ جولائی ۱۹۸۴ء بروز اتوار

نمازِ تہجد مکرم مولوی نسیم احمد صاحب باجوہ نے پڑھائی نمازِ فجر کے بعد درس قرآن کریم مکرم مرزا نصیر احمد صاحب مربی سلسلہ برمنگھم نے اور درس حدیث مکرم عبدالحفیظ صاحب کھوکھر مربی بریڈ فورڈ نے دیا۔ درس کے بعد ناشتہ محمود ہال میں دیا گیا ½ ۷ بجے تمام خدام مقامِ اجتماع تشریف لے گئے۔ ½ ۸ بجے فٹ بال، والی بال، رسہ کشی اور دوڑ کے فائنل مقابلے شروع ہوئے۔ ان مقابلہ جات کے دوران یورپین ممبر پارلیمنٹ مسٹر مائیکل ایلیٹ (MR. MICHAEL ELLIOT) تشریف لائے اور والی بال کے مقابلوں کے علاوہ QUIZ کا مقابلہ دیکھا۔ آپ نے مختصر تقریر کی جس میں یورپ سے آنے والے خدام کو خوش آمدید کہتے ہوئے اجتماع میں شمولیت کی دعوت کا شکریہ ادا کیا۔

اجلاس چہارم:- تلاوتِ قرآن کریم سے اجلاس کا آغاز ہوا۔ بعدہٗ خدام نے کھڑے ہو کر عہد دوہرایا۔ مکرم

محمد اسلم جاوید صاحب نیشنل قائد خدام الاحمدیہ برطانیہ نے خدام سے خطاب فرمایا۔ آپ نے اطاعت کی اہمیت اور برکات پر روشنی ڈالی۔ آپ کی تقریر کے بعد مکرم چوہدری انور احمد صاحب کاہلوں نیشنل پریذیڈنٹ برطانیہ نے اپنی تقریر میں خدام کو اللہ تعالیٰ کے انعامات پر اس کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی کہ اس نے ہمیں احمدیت کی نعمت سے نوازا۔ اس کے بعد Tug of war کا فائنل مقابلہ ہوا۔

اجلاس پنجم :- تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد تلقینِ عمل کا پروگرام شروع ہوا۔ محترم ملک سیف الرحمن صاحب مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے نماز کی اہمیت اور مسائل پر خدام سے خطاب فرمایا۔ دوسری تقریر مکرم آفتاب احمد خان صاحب نیشنل وائس پریذیڈنٹ جماعتِ احمدیہ برطانیہ کی تھی جس میں آپ نے سامعین کو احمدیت کی اعلیٰ تعلیم کا بہترین عملی نمونہ پیش کرنے کی تلقین فرمائی۔ تلقینِ عمل کے پروگرام کی تیسری اور آخری تقریر محترم صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب مہتمم صنعت و تجارت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی تھی۔ آپ نے آخر میں تمام خدام سے حضرت مصلح موعود کا ایک عہد کھڑے ہو کر دوہرایا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب

تین بج کر پچاس منٹ پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ بیت الفضل سے مقامِ اجتماع کے لئے روانہ ہو کر چار بجکر ۳۰ منٹ پر ہیتھ لینڈ سکول تشریف لائے۔ محترم عطاء المجیب صاحب راشد امیر جماعتِ احمدیہ برطانیہ اور مکرم محمد اسلم صاحب جاوید نیشنل قائد مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ نے آگے بڑھ کر حضور ایدہ اللہ کا استقبال کیا۔ آپ کے بعد مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ برطانیہ، جملہ قائدین برطانیہ، یورپین اجتماع کمیٹی اور قائدین یورپین ممالک و نمائندگان نے حضور کا استقبال کیا۔ اِس موقع پر حضور نے سب کو باری باری شرفِ مصافحہ بخشا۔

مجلس خدام الاحمدیہ کی درخواست پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت پرچم لہرائے۔ اِس دوران تمام فضا نعرہ ہائے تکبیر اللہ اکبر سے گونجتی رہی۔ لوائے احمدیت لہرانے کے بعد حضور چند منٹ کے لئے سکول کی لائبریری میں تشریف لے گئے اور چائے نوش فرمائی۔ اس کے بعد اختتامی اجلاس کی تقریب کا آغاز ہوا۔ جونہی حضور ہال میں تشریف لائے ساری فضا نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، حضرت خاتم الانبیاء زندہ باد، احمدیت زندہ باد، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع زندہ باد اور انسانیت زندہ باد کے نعروں سے گونج اُٹھی۔

اجلاس کی کارروائی تلاوتِ قرآن کریم سے شروع ہوئی جو مکرم ڈاکٹر مجیب الحق خان صاحب قائد خدام الاحمدیہ نے کی اور مکرم محمد ارشد مغل صاحب نے نظم خوش الحانی سے پڑھی۔ مکرم محمد اسلم جاوید صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں اجتماع کی تین روزہ رپورٹ پڑھ کر سنائی رپورٹ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدام سے ایک تاریخی اور ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ خطاب سے قبل حضور نے علمی و ورزشی مقابلہ جات میں اوّل آنے والے خدام و اطفال کو اپنے دستِ مبارک سے ٹرافیاں اور انعامی شیلڈ عنایت فرمائیں۔

حضور کے خطاب کا خلاصہ:

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

چونکہ جرمنی اور دیگر ممالک سے آنے والوں کی اکثریت انگریزی نہیں سمجھتی اس لئے میں اُردو میں خطاب کروں گا۔ آپ نے حاضرین کی تعداد دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا اور کامیاب اجتماع منعقد کرنے پر خدام الاحمدیہ برطانیہ کو مبارکباد دی۔ نئے یورپین مراکز کی تحریک کے بارہ میں فرمایا کہ جماعت کا امام جب بھی کسی نئی سکیم کا اجراء کرتا ہے تو جماعت کو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ چنانچہ جب حضرت مصلح موعودؓ نے تحریکِ جدید کا اعلان فرمایا تھا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا اور ایسے وقت میں تھا کہ جب جماعت ایک مشکل دَور سے گزر رہی تھی۔ لیکن وہ تحریکِ جدید جو اُس وقت ۶۰، ۷۰ ہزار روپے کے وعدہ جات سے شروع ہوئی تھی آج اسکے بڑے بڑے مشن قائم ہیں۔ . . . . .

. . . آج بھی ہم ایسے مشکلات کے دَور سے گزر رہے ہیں اور آج بھی قربانیوں کے بڑے مظاہرے دیکھنے میں آ رہے ہیں۔ ساری جماعت فدائی بن گئی ہے۔ آئندہ بھی جماعت کی تقدیر میں مخالفت لکھی ہوئی ہے اور یہی اعلیٰ قوموں کی نشانی ہے کہ مشکلات سے گذریں اور ترقیات کرنے کے بعد نئی ترقیات کی منازل میں داخل ہوں۔ اس مخالفت کے بعد جو اگلی مخالفت مجھے نظر آ رہی ہے وسیع پیمانے پر ہوگی۔ میں آئندہ آنے والوں کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم بھی حوصلے رکھنا اور میری طرح ہمت اور صبر کے مظاہرے کرنا۔ جماعتِ احمدیہ نے بہرحال فتح کے بعد ایک اَور فتح کی منزل میں داخل ہونا ہے۔

آخر میں حضور نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اِس دَور کی برکتوں کو دائمی کر دے اور دُکھوں کو زائل کر دے۔ خوشیوں اور غموں کی کیفیات کو پلٹ دے۔ جن کے دل ہمارے دُکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں ہم اُن کے دُکھ دیکھ کر خوش نہ ہوں بلکہ دُکھی ہوں۔

آخر میں آپ نے پُرسوز دعا کرائی اور یہ پہلا یورپین اجتماع نہایت کامیابی کے ساتھ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

التواء اجتماع خُدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ

جیساکہ خدام اور اطفال کو علم ہے پروگرام کے مطابق مجلس خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کے سالانہ اجتماعات مورخہ ۱۹-۲۰-۲۱ اکتوبر کو منعقد ہونے تجویز کئے گئے تھے۔ اجتماع کی اجازت کے لئے بروقت سرکاری حکام کی خدمت میں تحریری درخواست پیش کر دی گئی تھی لیکن ابھی تک حکومت کی جانب سے ان اجتماعات کے انعقاد کی اجازت نہیں ملی۔ چونکہ دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں اور خدام اور اطفال کیلئے جنہوں نے دُور دراز سے آنا ہے اب وقت ناکافی ہے اسلئے جملہ خدام اور اطفال کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مجوزہ اجتماعات غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی کر دیئے گئے ہیں۔

خدام اور اطفال اجتماعات کے ایام تسبیح و تحمید، درود و سلام اور خصوصی دعاؤں میں گزاریں۔ (معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

UNIVERSAL
VOLTAGE STABILIZER
STAVAL S-7
UNIVERSAL A-35
FOR
REFRIGERATORS
DEEP FREEZERS T.V. &
AIR-CONDITIONERS
یونیورسل الیکٹرونکس
۲۲ - یسین سٹریٹ
ہال روڈ۔لاہور فون:
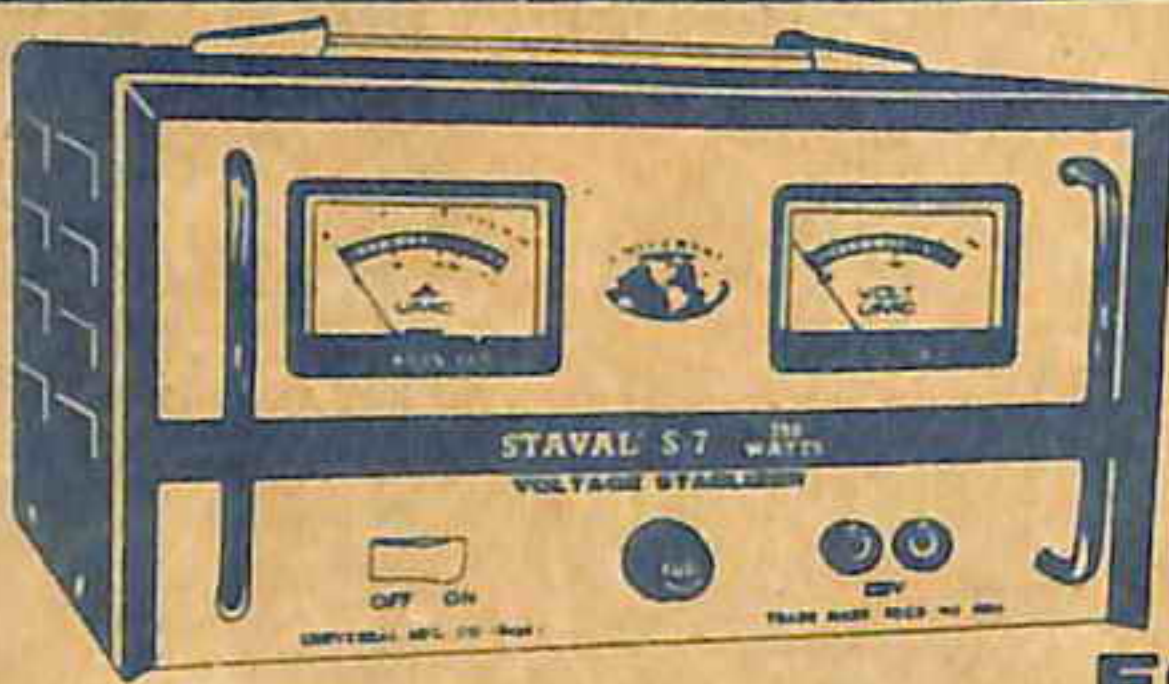
Monthly KHALID OCTOBER 19[illegible] RABWAH
Regd. No. L5830
EDITOR MUNIR AHMAD JAVED